

اس سورہ کا نام اغفال اس لیے رکھا گیا۔ کیونکہ اس کی شروعات مال غیثت کے احکام سے ہوا۔ اور یہ تمام سورہ غزوہ پر متعلق ہے۔ غزوہ بدرے ارمضان ان ۲ بھری کو پیش آیا۔ بھرت کے بعد مدینہ میں حضور ﷺ کی قیادت میں اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی۔ مسلمان طاقتوں ہوئے۔ اور مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم ہوا۔ مدینہ کے مختلف قوموں کے درمیان معابدہ ہوا۔ جس میں آپ ﷺ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔ اور ایسے مقابل جو شام کی تجارتی شاہراہ کے قریب رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے دوستی کے معابرے کئے۔ مسلمان افواج اور گرد علاقوں میں نگرانی کے لیے گشت کرتے تھے۔ شعبان ان ۲ بھری میں ابوسفیانؓ کی قیادت میں ایک قافلہ ملک شام سے خرید فروخت کر کے والپس آ رہا تھا۔ کہ جاسوسوں نے خردی۔ کہ آپ ﷺ قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے مکہ والوں کو اطلاع دی کہ ہماری مدد کے لئے آئیں۔ مکے کا ایک بڑا فوجی لشکر جب پہنچا تو حملہ کی خبر غلط نہایت ہوئی۔ اس لشکر کا پس سالا رابو جہل تھا۔ کچھ سرداروں نے کہا۔ کہ اب ہمیں والپس جانا چاہیے۔ ابو جہل نہ مانا۔ اور جب حضور ﷺ لوشکر کا پتہ چلا تو مشاورت سے لڑائی کرنے کا فیصلہ ہوا۔ حضور ﷺ تین سو تیر (۳۱۳) افراد کیما تھے مدینہ سے لٹکے اور بدر کے مقام پر نیمس زن ہوئے۔ جبکہ کافروں کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) تھی۔ اور کافروں کو ایک عبرتیک شکست ہوئی۔

## الدرس الاول (الف)

### آیات (اتا ۸)

سوال: اس سبق میں مذکونوں کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ڈرنا:-

کامل منور وہ ہے۔ جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ڈر جاتے ہیں۔ یعنی اللہ کی عظمت و جلال، ہبیت عزت سے ڈر کر گناہوں سے دور رہتے ہیں۔ ایمان میں ترقی۔

جب بھی حکم الہی ان کے سامنے آتا ہے۔ تو اس کو مانتے ہوئے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ اور ان کے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ اور ایمان میں چیختی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ یا توکل۔

مذکون اپنے تمام کام اللہ کے سپر کر دیتا ہے۔ اور نہ کسی سے ڈرتا ہے۔ اور نہ اللہ کے سوا کسی سے امیر کھتا ہے۔ مال خرچ کرنا:-

وہ اللہ کے دیے ہوئے مال صرف اللہ کی رضا کے لیے صدقہ، خیرات اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ نماز قائم کرنا:-

مذکون باقاعدگی سے پوری حقوق کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور کسی قسم کی سستی نہیں کرتے۔

سوال: دو گروہوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: دو گروہوں سے مراد ایک تجارتی قافلہ اور دوسرا لشکر کفار ہے۔ تجارتی قافلہ:-

اس سے مراد وہ قافلہ ہے۔ جو ابوسفیان کی قیادت میں تجارتی سامان لے کر شام سے مکہ آ رہا تھا۔ اور اس میں بچپس ہزار اشترنی کی ملکیت کا سامان تھا۔ لفڑا کا لشکر:-

دوسرے گروہوں کے سے چلا تھا۔ یا ایک جنگی لشکر تھا۔ اور اس کا قائد ابو جہل تھا۔ اس لشکر میں ایک ہزار لوگ تھے۔ جو جنگی ہتھیاروں سے لیس تھے۔ اس لشکر کا ابوسفیان نے مدد کے لیے بلا یا۔ کیونکہ اس نے خطہ محسوس کیا۔ کہ مسلمان اس کے قافلے کو لوٹا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے قافلے کا راست بدی دیا۔ اور مکہ پہنچ کر ابو جہل کو والپس آنے کو کہا۔ لیکن وہ نہ مانا اور مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بدر کے مقام پر لشکر کے ساتھ پہنچ گیا۔

سوال: مندرجہ ذیل عبارات کا مفہوم لکھیں۔

جواب: فَاتَقُوا اللَّهُوَ مَلْكُوا ذَرَاثَاتٍ يَمْكُمْ۔

ترجمہ:-

بِسْمِ اللّٰهِ سے ڈرتے رہو۔ اور اپنے باہمی تعاقبات کی اصلاح کرو۔

مفہوم:-

اس آیت میں مسلمانوں کو کامیابی کا راز بتایا گیا ہے۔ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو۔ کوئی ایسا کام نہ کرو۔ جو اللہ کو پسند نہ ہو۔ کیونکہ جس دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔ اس کو بڑی قوت

نفیب ہوتی ہے۔ مال غیمت کے سلسلے میں جو گھبرا پیدا ہوا تھا تو حکم آیا کہ یہ سارا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ سے ذرا و دار آپ کے تعلقات درست کرو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ جوئی اتحاد سے رہو۔ اس صلح کی وجہ سے وہ مضبوط رہے۔ کیونکہ اندر وہ خفشار سے بڑی تباہیاں رونما ہوتی ہیں۔

(۲) اطیعو اللہ و رسولہ ان کنتم مٹومنین۔

ترجمہ:-

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم مٹومن ہو۔

مفہوم:-

اس آیت میں ایمان کی دو بنیادوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مسلمانوں سے کہا گیا ہے۔ کہ اگر وہ ایمان کے زیر سے آراستہ ہونا چاہتے ہیں تو خدا کی اطاعت کرے۔ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔ یہی ایمان کا معیار ہے۔ قرآن اور سنت کامل عمل کامل ایمان کی علامت ہے۔ جب بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آئے۔ چاہے وہ آدمی کی مرضی کے خلاف ہو، مفاد کے کاف ہو۔ اسے بلا چوں چامان لیجاتے۔ مال غیمت کے متعلق حکم آیا۔ تو مسلمانوں نے اسے فوراً مان لیا۔ ان اموال سے پانچاں حصہ نکال کر باقی چار حصے تمام جاہدین میں برابر برابر تقسیم کر دئے گئے۔ یہ حکم عام ہے۔ اور یہیں ہر وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں بے جان اعتراضات سے مکمل اعتراض کیا جائے۔

(۳) اذاتلیت علیہم ایله ذادتهم ایمانا۔

ترجمہ:-

جب اللہ کی آیت ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

مفہوم:-

مسلمانوں کے پاس جب اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے۔ وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس کے سامنے مستلزم کرتے ہیں۔ تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید انسانوں کے لیے عظیم الشان رہنمای ہے، شفاقت ہے، نور ہے، وہ قرآن سنتے ہیں۔ تو انہی لذت محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ لذت کیوں محسوس نہ کریں۔ جب کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا حیرت انگیز کلام ہے اسے غیر مسلم سے توجہت محو ہوتے ہیں۔ غیر ذی عقل جاندار بھی سنتے ہیں، تو ان کی کیفیت پچھا اور ہو جاتی ہے۔ اس دور کے مسلمانوں کا تعلق قرآن پاک سے کمزور ہو چلا ہے۔ اس لیے تو ایمان کی مضبوطی اور حلاوت سے محروم ہیں۔ اور وہ دوسری اقوام کے دست گمراہ و مفتاح ہو چلے ہیں۔

## الدرس الاول (ب)

### آیات (۱۹ تا ۲۱)

سوال ا: اس سبق میں غزوہ بدر کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے کن انعامات کا ذکر ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نیند طاری کر دی۔

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بہت سے انعامات کیے۔ جن میں پہلا انعام اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نیند طاری کر دی۔ جس سے مسلمان ساری رات گھری نیند سوئے رہے۔ صبح اُٹھے تو تازہ دم اور ہشاش بثاش تھے۔ جبکہ کفار ساری رات بے چین رہے۔

باران رحمت:

اللہ تعالیٰ نے اس رات رحمت کی بارش بر سائی۔ جس سے مسلمانوں کو بہت پانی ملا۔ انہوں نے نہا کر جسموں کو صاف کیا۔ پانی کے حوض بنائے۔ مسلمانوں کے لیے ریت پر چلنَا آسان ہو گیا۔ اور کافروں کے ہاں خوب کچپڑنی۔

خوف و گبراءہت دور کرنا:-

مسلمانوں جب صبح اُٹھے تو تھکن و پیشانی کا نام و نشان نہ تھا۔ پانی کی نایابی کا وسوسہ ختم ہو چکا تھا۔ جبکہ کفار کے دلوں میں اللہ نے رب ڈال دیا۔

فرشتون کا نزول:-

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے قطار در قطار فرشتے بھیجے۔ جس سے مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری دی۔ اور مسلمان ٹابت قدم رہے۔ جبکہ شیطان فرشتے دیکھ کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

کامیابی:-

مسلمان تین سوتیہ تھے۔ جبکہ ان کے پاس جنگی ساز و سامان کی بھی کمی تھی۔ اور ایک ہزار اسلحے سے مکمل لیس کا فرشٹہ کو عبرت ناک شکست دے کر فتح یاب ہوئے۔ یعنی اور باطل کا پہلا معرکہ تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرو خروکیا۔ اور حضور ﷺ کی مالگی ہوئی دعا کو قبول کیا۔

سوال: کفار کے ساتھ مقابلہ کی سورت میں سورۃ الانفال کی ان آیت میں کیا بدایات دی گئی ہیں؟

جواب: جوانمردی سے لڑنا:-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار سے جوانمردی سے لڑنا۔ ان کا رب تمہارے دلوں میں نہ آنے پائے۔ اور کمزور موت ہونا۔ بلکہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھنا۔

پیشہ پھیرنا:-

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں مسلمانوں سے فرمایا کہ کفار سے جنگ کی صورت میں پیشہ پھیرو۔ یعنی بہتی اور بزدی احتیار نہ کرو۔ البتہ مصلحت کی خاطر مسلمان پیشہ پھیر سکتا ہے۔ یا کوئی جنگی چال چلے کے لیے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

پیشہ دھا کر بھاگنے والوں کو وعدید:-

اللہ تعالیٰ نے پیشہ دھا کر بھاگنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ ایسے لوگ اللہ کے غصہ کے شکار ہوں گے۔ اور وہ دوزخ میں جائیں گے۔ کیونکہ یہ ایک بڑا گناہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے۔ کہ کسی بھی صورت میں بہتی کام مظاہرہ نہ کریں۔ بلکہ پوری بہادری سے لڑنا چاہیے۔

سوال: کفار کو خطاب کرتے ہوئے ان آیات میں کیا تنبیہ کی گئی ہے؟

جواب: کفار کو خطاب کرتے ہوئے ان آیات میں درج ذیل باقیں بیان ہوئی ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر وعدید:-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- من يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب.

یعنی جوانہدا اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے کا تو یاد رکھیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ یعنی جو حق کے راستے میں دوڑے اٹکائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ انھیں سخت عذاب کا مزہ چکھائے گا۔ اور انھیں دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ آیت میں واضح کیا ہے کہ کافروں کی تمام تدبیریں بے آسر اور کمزور کر دے گا۔

کافروں کا فیصلہ چاہنا:-

کافروں کو تنبیہ دی گئی ہے۔ کہ حضرت ﷺ اور اس کے پیروکاروں پر فتح حاصل کرنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ کیونکہ تم جو فیصلہ چاہئے ہو۔ تو وہ فیصلہ اللہ نے کر دیا۔ تم کبھی حق پر غالب نہیں آسکتے۔ جنگ بدر میں تحسیں عبرت ناک ملکست لگتی۔ یہ فیصلہ قبول کرو۔

کافروں سے کھاگیا ہے کہ بازاً جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کو خطاب کرتے ہوئے تنبیہ کی کہ تحسیں عبرت ناک ملکست ہو گئی ہے۔ تم نے بہتر گردہ کے فتح حاصل کرنے کی خواہش کی تو وہ مسلمانوں کے حق میں قبول ہوئی۔ اب تم بازاً جاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر دوبارہ سرکشی کرو گے تو ہم بھی اعادہ کریں گے۔ کہا گیا ہے کہ تمہاری بڑی تعداد تمہارے کامنیں آسکتی۔ کیونکہ اللہ ممنونوں کا ساتھی ہے۔ وہ ممنونوں کو فتح دلاتے گا۔ اور تمہارے تمہروں کو خاک میں ملائے گا۔

سوال: مندرجہ ذیل عبارات کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: یا ایہا الذين آمنوا اذا لقيتم الذين كفروا ازحفوا فلا تولوا هم الادبار.

ترجمہ:-

اسے ایمان والوں جب تم کفار کے لشکر جرار کے ساتھ مقابلہ کرو۔ تو ان کی طرف اپنی پیشہ نہ پھرو۔

مفہوم:-

اس آیت میں زھاً سے مراد لشکر جرار ہے۔ اور بارہ مرکب مجع ہے۔ یعنی پیشہ۔ یہاں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہاں جا رہا ہے۔ کہ جب تم دین حق کے لیے دشمنان دین سے اڑتے ہو تو شجاعت، بہادری اور ثابت قدمی سے لڑو۔ بزرگوں کی طرح پیشہ پھیرو۔ بلکہ سیدنہتان کر لڑو۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ کہ اللہ ہماری مد فرمائے گا لیکن کفار کے مقابلے میں جو شخص پیشہ دھا کرے گا۔ یعنی میدان جنگ سے بھاگے گا۔ اور اسلامی لشکر کو بدل کر دے گا۔ ایسے بزرگ اور ملکست کے نمودار افراد کا اللہ سخت محاسبہ کرے گا۔ اس پر اللہ کا غصب ہو گا۔ اور انھیں دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ جو کہ بہت بری جگہ ہے۔

(۲) وما رميت اذ رميت ولكن الله رمي۔

ترجمہ:-

اور جب تم نے اے پیغمبر ﷺ اور اس کے لشکر پر مٹھی بھریت پھیکی۔ تو یہ نہیں پھیکی بلکہ اللہ نے پھیکی۔

مفہوم:-

اس آیت میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہوا ہے۔ یعنی اس بالا کشت خیز اور تباہ کن اثر اللہ نے پیدا کیا تھا۔ وہ یہ کہ حضور ﷺ نے غزوہ بدر میں ایک مٹھی بھر کنکریاں کافروں کے لشکر کی طرف

پھیکیں۔ اور آپ ﷺ کی زبان پر یہ تھا۔ شاهست الوجه۔ یعنی پھرے بگر جائیں۔ اور یہ میں بھر کنکریاں ہر کافر کی آنکھ پر لگیں۔ اور وہ آنکھیں ملنے لگے۔ اور بدحواس اور دشمنت زدہ ہوئے۔ اور مقتولوں کی لاشیں بھی چھوڑ کر بھاگ کئے۔ یہ حضور ﷺ کا مجرمہ تھا۔ جو آپ ﷺ حضرت جبراہیل کی ہدایت پر میٹھی بھر کنکر پھینکئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا۔ کہ یہم نے نہیں پھینکے۔ بلکہ ہم نے پھینکے ہم نے ہر گزیرے کو حکم دیا کہ ہر کافر کی آنکھوں کے اندر رجا کر لے۔ اور انہیں دیکھنے سے محروم کیا۔ کافروں کے اوسان خطا ہوئے اور اسی مسلمانوں نے حملہ کیا۔ کافر جان ہو کر دم دبا کر بھاگے۔ اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

(۳) ولن تغنى عنكم فنتكم شيئا ولو كثرة.

ترجمہ:-

اور تمہاری جماعت تھیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔ چاہے وہ تعداد میں زیادہ بھی ہو۔

مفهوم:-

جگلوں میں فتح حاصل کرنے کے لیے کثیر تعداد کا لشکر شامل ڈال ہوتا ہے۔ سبیں وہم کفار مکہ کو بھی تھا۔ کہ ہم کئی گناہ زدہ ہیں۔ مسلمان چند افراد ہیں۔ اور ہم مسلمانوں سے با آسانی سے فتح حاصل کر لیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں واضح کر لیا۔ اور ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے فرمایا کہ بڑا لشکر کافروں کو شکست سے نہیں بچا سکتا۔ چاہے وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اس کی وجہ یہی۔ کہ کافروں سے جو لشکر لڑ رہے ہیں وہ ایمان کی قوت سے مالا مال میں اور ساختہ ہی انہیں مدعا وندی بھی حاصل تھی۔

## الدرس الاول (ج)

### آیات (۲۰ تا ۲۸)

سوال ۱: شر الدواب سے کیا مراد ہے؟

جواب: شر الدواب:-

ہر کے معنی ہیں بہت بڑے اور دواب دابہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہے زمین پر یونگے والا جانور۔ تو شر الدواب کا معنی ہو۔ بدترین قسم کے جانور۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ انسانوں کے مقابلے میں جانوروں کو گویا کی اور عقل نہیں دی گئی۔ جبکہ انسان کو عقل و شعور جیسی نعمتوں سے نوازا گیا۔ اس لیے مراد یہ ہوا۔ کہ سب سے بدترین جانوروں ہے جسے عقل دی گئی کان اور سننے کی طاقت دی گئی۔ سمجھنے کے لیے دل و دماغ دی گئے۔ اور دیکھنے کے لیے آنکھوں کی طاقت دی گئی۔ لیکن اس نے یہ قوتیں ختم کر دی۔ زبان رکھنے کے باوجود گوٹا، کان ہونے کے باوجود بہر اور دماغ کے باوجود بے شعور و بے عقل بنا۔ مطلب یہ کہ حق سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ نہ تن کی بات کہ سکا اور نہ سن سکا۔ تو ایسا انسان جانوروں سے بھی بتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے جانور بھی اچھے ہیں۔ جو فطرت کے مطابق چلے ہیں۔

سوال ۲: ان آیات میں خیانت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ان آیات میں منونوں سے کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت نہ کرو۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت سے مراد یہ ہے کہ ان کے احکامات کی خلاف ورزی کی جائے۔ اور ان کی فرمابنبرداری سے منہ بچیرا جاسکے۔ ان آجیوں میں دوڑی ایمانیت یہ ہیں۔

۱) حقوق اللہ

۲) حقوق العباد

حقوق اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا۔ اور ان کے احکامات کو پورا کرنا۔ جبکہ حقوق العباد سے مراد بندوں کے ساتھ یہک سلوک کرنا اور ان کو نیکی کی دعوت دینا۔ اس کے علاوہ دیویاں، فراپن، لوگوں کی امانتیں، میٹر، سینٹری، گاڑی اور پڑوں وغیرہ کی حفاظت حقوق العباد میں آتی ہے۔ اس میں عہد کی پابندی اور رازداری کی حفاظت بھی شامل ہے۔ اور ہر شخص اپنی جگہ کا گمراں، ذمہ دار جواب دھے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل عبارت کا مفہوم بیان کریں۔

۱) ان شر الدواب عند الله الصم الکم الذين لا يعقلون:

ترجمہ:-

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتریں جانوروں کو لوگ ہیں۔ جو بہرے اور گونگے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔

مفهوم:-

جانوروں اور انسانوں میں واضح فرق ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل، شعور اور گویا سے نوازا ہے۔ جبکہ جانوروں سب نعمتوں سے محروم ہیں۔ البتہ وہ اپنے ماں کے حکم پر

چلتے ہیں۔ اور تابع داری کرتے ہیں۔ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے حواسِ خمسہ کی غمتوں عقل، شعور اور بہترین علمی صلاحیت سے نواز گیا۔ لیکن جب اس نے یہ تو میں رائل کر دی۔ تو ایسا ہوا کہ کان رکھنے کے باوجود وہ سننے سے محروم ہیں۔ جو بولنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ کوئی نہ ہیں۔ تو پھر یہ انسان حق کی روشنی کو کچھی روشی حاصل نہیں کرتا۔ اور حق کی بات سن کر بھی اس پر عمل نہیں کرتا۔ اور یہ حق کی بات دوسروں تک نہیں پہنچتا تو یہ انسان بدترین قسم کے جانور کہلاتے گا۔

(۲) **ولا تکونوا کاللہین قالوا سمعنا وهم لا یسمعون:**

ترجمہ:-

اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا۔ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا۔ مگر حقیقت میں نہیں سنتے۔

مفہوم:-

اس آیات میں منہموں سے کہا گیا ہے کہ ان منافقوں کی طرح نہ بن جائے۔ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا۔ مگر حقیقت میں ان لوگوں نے کہاں سنتا ہے۔ وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ کا حکم یا لوگ کو سن لیتے ہیں۔ لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ یہ لوگ سنتے ہیں۔ بولتے ہیں۔ دیکھتے ہیں۔ حق کی بات جب ان کے کانوں تک پہنچا ہے تو وہ صرف یہ کہدیتے ہیں۔ کہ ہم نے سنا لیکن جہاں ان پر عمل کرنے کا حق ہے تو وہ حق ادا نہیں کرتے۔ منافقین قرآن مجید کو سنتے اور دکھاوے کے لیے عمل بھی کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دل پر پڑایت کا اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے ان کا سنا بھی کوئی سنا نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنے نزدیک شری الدوآب کے لقب سے پکارا۔ یعنی جانوروں سے بھی بدترین قسم کے جانور۔ جا و ر قا پنی نظرت پر چلتے ہیں۔ اور منافقین جان بوجھ کر غلط بیانی کرتے ہیں۔ دل سے مکمل طور پر حق سے روگردان ہیں۔

(۳) **واعلموا ان الله يحول بين المرء و قلبه:**

ترجمہ:-

اور جان لو۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے۔

مفہوم:-

مندرجہ بالا آیات میں بتایا گیا ہے۔ کہ انسان کو اپنے دل پر فرض نہیں۔ بلکہ دل خدا کے قبضے میں ہے۔ جہاں چاہے بھیڑ دے۔ اللہ تعالیٰ بڑی رحمت بڑی رحمت والا ہے۔ وہ کسی کو برائی پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے لیے بھلانی آسان فرماتا ہے۔ لیکن جو شخص حق کو چھوڑ کر ضد اور باطل اختیار کرتا ہے۔ تو اسے ذہل دی جاتی ہے۔ اور موقع دیے جاتے ہیں۔ کہ باطل چھوڑ کر راہ حق پر آجائے۔ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ رہتا ہے۔ وہ اس قدر تریب ہے۔ کہ خود اس کا دل بھی قریب نہیں۔ انسان خود اتنا نہیں جانتا جتنا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ کہ اگر دل اچھا رہتا ہے۔ اور اگر بُگڑا جائے تو انسان بُگڑا جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم دل کو نیک رہنے دیں۔ اور نیکی کرنے میں دیرینہ کریں۔ کیونکہ شیطان اور بُرے سوچ والے انسان کو نیکی سے ہٹانے میں لگ رہتے ہیں۔

(۴) **و انقا فتنة لا تصيّن الدين ظلموا منكم خاصة:**

ترجمہ:-

اور اس فتنے سے ڈر جو نہ پہنچ گا تم میں سے ان لوگوں پر جہنوں نے ظلم کیا۔

مفہوم:-

فتنے سے مراد گناہ ہے۔ اس میں بہت سی چیزیں آتی ہے۔ مثلاً نیک کام کر چھوڑنا اور بُرے کام اختیار کرنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ۔ اگر کسی قوم میں ظلم و فساد بڑھ جائے۔ تو نہ صرف خاص ظلم کرنے والے پر عذاب نازل ہوگی۔ بلکہ اس میں وہ لوگ بھی جتاب ہو جائیں گے۔ جو اس ظلم و فساد کو دیکھتے ہوئے خاموش رہے۔ انہوں نے خالموں کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لیے عذاب کے محتن ہیں۔

(۵) **واعلموا انما اموالكم و اولادكم فتنة و ان الله عنده اجر عظيم .**

ترجمہ:-

اور خوب جان لو۔ تمہارے مال اور تھاری اولاد سب آزمائش ہے۔ اور بیٹک اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔

مفہوم:-

فتنے سے مراد آزمائش ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں۔ سونے کو آگ میں ڈال کر کندن بنایا جائے۔ اس طرح انسان کہیں ان آزمائشوں سے گزرتا ہے۔

فتنہ مال:-

پہلی آزمائش ہے "فتنہ مال" اگر مال کو جائز طریقوں سے حاصل کیا جائے اور جائز کاموں میں خرچ کیا جائے۔ جائز طریقوں سے حاصل کرنا خیر کے دور جوں اور جائز طریقوں

سے خرچ کرنا نیک کے درجنوں میں آتا ہے۔ اور اگر ناجائز طریقوں سے حاصل ہو تو شرعاً بتاہی ہے۔ جبکہ ناجائز کاموں میں خرچ کرنا بدی ہے۔

#### فتنہ اولاد:

آیات میں دوسری آزمائش "فتنہ اولاد" ہے۔ مطلب اولاد کی آزمائش۔ اگر کسی نے اولاد کی محبت میں ناجائز طریقہ استعمال کئے۔ اور اس کی تعلیم کا حق ادا کیا۔ اور اولاد کی خاطر خدا اور بندوں کی چوری کی تو اولاد فتنہ بن جائے گا۔ اور اگر کسی نے اولاد کی اچھی پروش اور تربیت کی۔ اور اولاد کو نیکی کی راہ میں کادیا۔ اور اپنی آزمائش میں کامیاب ہوئے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جرہ ہے۔

#### اجر عظیم:

اس آیت میں تیسری چیز "اجر عظیم" ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے۔ کہ اپنے مال کو دینداری سے اور سی راہ میں خرچ کریں۔ اور اولاد کو نیکی اچھی تعلیم و تربیت دیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے بدے میں انھیں اجر عظیم سے نوازے گا۔

## الدرس الثاني (الف)

### آیات (۳۷ تا ۴۹)

سوال ۱: ان سبق میں تقویٰ کے کیا انعامات بیان ہوئے ہیں؟

جواب: تقویٰ کا مفہوم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، گناہ اور ناپاکی سے پرہیز کرنا۔ اس سبق میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل انعامات بیان فرمائے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے کہا گیا ہے۔ کہ مسون تقویٰ اختیار کریں۔ تو ان کو ایک اعیانی حیثیت حاصل ہوگی۔ ان کو فرقان کی حیثیت سے نواز جائے گا۔ یعنی ان کو حق و باطل میں تمیز کرنے والی ایک قلمی بصیرت عطا فرمائی جائے گی۔ ان کے پاس ایک ایسی مشعل ہوگی۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف ان کی راہنمائی کرتی رہے گی۔

(۲) دوسرا انعام یہ ہے۔ کہ ان کے گناہوں کو چھپایا جائے گا۔ اور اسے ایسے ڈھانپ دیا جائے گا۔ کہ اس کا نام و نشان نہ رکھے گا۔ تاکہ کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑھ سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔ کہ تقویٰ کی وجہ سے ان کے گناہوں کی معافی اور ان کا مٹا ممکن ہو سکے گا۔

(۳) تقویٰ کا تیسرا انعام یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے وہ گناہ معاف فرمائے گا۔ جو بشری تقاضوں کی وجہ سے ان سے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان متفقین کی ہر یکی کا اجر عطا فرمائے گا۔ اور ان کے بعد مغفرت اور بخشش کا بڑا انعام ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

سوال ۲: واذ يمکربك الدين كفروا میں کس واقعکی طرف اشارہ ہے؟

جواب: اس عبارت کا ترجمہ ہے۔ کہ فرمہاہرے خلاف خفیہ تیریں اور سازشیں کر رہے تھے۔ ان کلمات میں اس خفیہ سازش کی طرف اشارہ ہے۔ جو کافروں نے آپ ﷺ کے خلاف کی تھی۔ تفصیل یوں ہے۔

جب اسلام آبستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ اور مسلمان مکہ کے مشرکین کی تکفیلوں سے نگ آ کر مدینہ بھرت کرنے لگے۔ اور ان کو ہاں عمدہ پناہ ملی۔ اب قریش کو یہ خطہ محسوس ہونے لگا۔ کہ مسیح ﷺ نے اگر مدینہ بھرت کی۔ تو مسلمان ایک بڑی طاقت بن جائے گے۔ چنانچہ سردار ان قریش دارالندوہ میں تھیں ہوئے۔ اور اس خطرہ کے سد بابت کیبیں سوچنے لگے۔ اس میں شیطان بھی ایک بڑھے شخص کے لباس میں شامل تھا۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ آپ زنجیروں میں جگہ کر عریق دکریا جائے۔ اس پرشیطان نے کہا۔ نہیں آپ ﷺ کے ساتھی آپ کو چھڑوا لیں گے۔ دوسرے شخص نے کہا۔ کہ آپ کو جلاوطن کیا جائے۔ اس پرشیطان نے کہا۔ نہیں آپ ﷺ کی زبان میں اتنی تاثیر ہے۔ کہ باہر کے لوگ مسلمان ہو کر مکہ پر حملہ کر لیں گے۔ آخر میں ابو جہل نے تجویز پیش کی۔ کہ اس کا قصہ ہی ختم کر لینا چاہیے۔ اس پرشیطان نے بھی فوراً اصرار کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیں گے۔ جب آپ ﷺ گھر سے باہر آ جائیں۔ تو کام تمام کر لیا جائے گا۔ اس سازش کی اطلاع حضرت جرجائیل نے آپ کو دی۔ اور آپ ﷺ رات ہی کو حضرت ابوکرد صدیقؓ کے ہمراہ بھرت فرمائی۔ اور کافروں کی تدبیر و پر مٹ پڑھ گئی۔

سوال ۳: کفار کے مطابعے کے باوجود اللہ نے ان پر عذاب کیوں نازل نہیں کیا؟

جواب: قرآن مجید میں ہے۔ کہ کفار یعنی ابو جہل وغیرہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کیا۔ کہ اگر حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوادین واقعی حق پر ہے۔ تو ہم پر آسمان سے پتھر بر سا۔ یا کوئی در دن اک عذاب نازل کر لیکن عذاب نازل کرنے کے کچھ تلاض ہوتے ہیں۔ اور وقت مقرر ہوتا ہے۔ لوگوں کے کہنے یا عذاب مانگنے سے عذاب اس سے پہنچنیں آتا۔

قرآن مجید نے خوارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب اس لیے نازل نہیں کرتا۔ اس کی دو وجہات ہیں۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ ان میں آپ ﷺ موجود تھے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ ان میں مغفرت مانگنے والے لوگ تھے۔ خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ تھے۔ لیکن کعبہ کا طواف کرتے اور غفرانک، غفرانک کہتے۔ یعنی اے اللہ ہم تیری مغفرت کے طلبگار ہیں۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل نہیں کیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ اور مسلمانوں نے مکہ مجرت کیں۔ تو پھر یہی عذاب جنگ بدر کی صورت میں نازل ہوا۔ اور بہت سے سردار ان قریش مارے گئے۔ یادِ حق عبرت ناک عذاب تھا۔

سوال: مندرجہ ذیل عبارات کا مفہوم لکھیں۔

۱) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَعْدُ بِهِمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔

ترجمہ:۔

اور اللہ ایسا نہیں کرے گا۔ کہ ان میں آپ ﷺ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں۔ ایسی حالت میں کہ وہ بخشش مانگے ہوں۔

مفہوم:۔

مشرکین مکہ نے کہا۔ کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں۔ اگر کہ قرآن اور دین واقعی حق پر ہے۔ تو ہم پر آسمان سے پتھر بر سا۔ یا کوئی در دنا ک عذاب لے آ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کمی دور میں بھرت سے پہلے عذاب نہیں بھیجا۔ اس کی دو وجہات بتائی گئی ہیں۔

۱) ایک یہ کہ اس میں آپ ﷺ موجود تھے۔ اور حق کی دعوت دے رہے تھے۔ اور ان پر عذاب آیات تو اصلاح پذیری کا یہ موقع ضائع ہو جاتا۔

۲) دوسری وجہ یہ کہ دہاں ایسے لوگ موجود تھے۔ جو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کی لائیا کر رہے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں لاتا پا ہتا تھا۔ خواہ یہ لوگ عذاب کا مطالیہ بھی کرنے لگے۔ عذاب تبا آتا۔ جب ان میں اصلاح کی امید نہ رہے۔ جب تک خصوصیات ﷺ میں تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نہیں لایا۔ لیکن آپ ﷺ نے جب مکہ سے بھرت کی۔ تو یہ عذاب جنگ بدر کی صورت میں ان پر آیا۔ جس میں عام لوگ محفوظ رہے۔ اور قریش مکہ کے سردار ہلاک ہو گئے۔

۲) ان الدین كفرو ينفقون اموالهم ليتصدو عن سبيل الله فسينفقونها ثم تكونوا عليهم حسره ثم يغلوون۔

ترجمہ:۔

بیٹک کافر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو والدکی راہ سے روکے۔ اور آئندہ بھی خرچ کرتے رہیں گے۔ پھر یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث افسوس اور حسرت ہو گا۔ پھر وہ

مغلوب کر دیے جائیں گے۔

مفہوم:۔

بیہاں سبیل اللہ سے مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دین یعنی اسلام۔

کافر اور مشرکین اپنے مالوں کو بھاری رقم میں خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو والدکی دین سے روکے۔ بیہاں مراد وہ بعض لوگ ہیں۔ جنہوں نے مدر کے موقع پر قریش کے سارے لشکر کو کھانا کھلایا۔ ابوسفیان نے بھی چالیس او قیہ سونامشکوں پر خرچ کیا تھا۔ لیکن یہ آیات عام ہے۔ اور اس سے مراد تمام گزشتہ، موجودہ اور آئندہ کے کفار ہیں۔ جو لوگ کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکتے ہیں۔ ان شیطانی قوتوں نے پہلے بھی اسلام کا راستہ روکا رکھا تھا۔ لیکن اسلام پھیلتا رہا۔ ان کا اولین مقصد یہ رہا ہے۔ اور رہے گا۔ کہ کس طرح مسلمانوں کا راستہ روکا جائے۔ اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اسلام غالب رہتا تھا۔ رہا ہے۔ اور رہے گا۔ انشاء اللہ ان کی سازشیں تو تیس ختم ہو جائے گی۔ اور افسوس و حسرت سے ہاتھ ملتی رہی ہیں اور رہے گی۔ اور آخر میں مغلوب ہو جائیں گے۔

## الدرس الثاني (ب)

### آیات (۲۳۸ تا ۲۴۲)

سوال: اس سبق میں مال غنیمت کی تقیم کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: غنیمت سے مراد ہے۔ جو مال فوج کی صورت میں کفار سے حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس سبق میں فرمایا ہے۔ تمہیں جو کچھ غنیمت میں ملے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا، قربت داروں کا، قیمتوں کا، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔ یعنی غنیمت کے پانچ حصے کے جائیں گے۔ پانچواں حصہ علیحدہ کر کے باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں گے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ رسول کریم ﷺ اس پانچویں حصے کے پھر پانچ حصے کر لیتے تھے۔ ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیتے تھے۔ اس سے اپنا اور گھر والوں کا خرچ چلاتے تھے۔ اگر جو کچھ پنج حصے جاتا اس سے جہاد کے لیے تھیمار اور کھڑے خریدتے تھے۔ وہ راصد قرابت داروں میں بانٹ دیتے تھے۔ وہ قربت دار جنہوں نے اللہ کے کام میں آپ ﷺ کی نصرت و امداد کی۔ اور آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ تیرا حصہ قیمتوں کو دیا کرتے تھے۔ یعنی سے مراد وہ پانچ ہیں۔ جن کے ماں، بابا پر گئے ہیں۔ اور وہ نادار ہو چکا حصہ مسکینوں کو دیا کرتے تھے۔ مسکین سے مراد غربت و حاجت مند مسلمان ہیں۔ جو لپٹ چٹ کر سوال نہیں کرتے۔ پانچواں حصہ مسافر کو دیا کرتے تھے۔ مسافر سے مراد وہ آدمی جو گھر سے دور ہو۔ اور اسے میں ہو۔ اور سفر کی حالت میں محتاج ہو۔

**سوال ۲:** اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے لیے کس کس خصوصی و احسان کا ذکر فرمایا ہے؟

**جواب:** غزوہ بدر حرب و باطل کا پہلا معرکہ تھا۔ مسلمانوں کی تعداد 313 تھی۔ اور حضور ﷺ اس کے سپہ سالار تھے۔ اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی بہت کم تھے۔ جبکہ کفار کی تعداد ایک ہزار (1000) تھی۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر انعامات کے حضور ﷺ نے اللہ سے فتح اور نصرت کے لیے دعا کی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ اور مندرجہ ذیل احسانات فرمائے۔

(۱) باراں رحمت:-

میدان بدر میں مسلمانوں نے مدینے کی طرف پڑا اڑا۔ یہ جگہ ریتلی تھی۔ پاؤں زمین میں کچھ جاتے۔ اس لیے اس پر چنان مشکل تھا۔ اور اس طرف پانی کی قلت بھی تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اور مسلمانوں کے جسم میلے ہوئے تھے۔ جبکہ کفار اپنے لیے اوپر جگہ پڑی تھی۔ اس رات اللہ تعالیٰ نے بارش برسادی۔ کافروں کی جگہ کچڑ بنی۔ جبکہ مسلمانوں نے اپنے لیے حوض بنائے۔ اور ریت پر چنان آسان ہوا۔

(۲) پُسکون نیند:-

اس رات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو گھری نین سلا یا۔ جس سے مسلمان صبح تازہ دم تھے۔ جبکہ کفار ساری رات سے چین رہے۔

(۳) کفار کم دکھائی دینا:-

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات حضور ﷺ کو خواب میں کافروں کی تعداد کم دکھائی دی۔ جب مجاہدین کو یہ بات بتائی تو مجاہدین بہت خوش ہوئے۔ جس سے ان کو خصلے بلند ہوئے۔ جب میدان جنگ میں آمنا سامنا ہوا تو بیداری کی حالت میں بھی مسلمانوں کو کافروں کی تعداد کم دکھائی دی۔

(۴) فتح کی بشارت:-

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو خوبخبری دی۔ کہ فتح آپ لوگوں کو نصیب ہوگی۔ تاکہ حنف و حنف ثابت ہو اور باطل کو باطل۔

(۵) فرشتوں کی مدد:-

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں فرشتے بھیجے۔ اور ایسے فرشتے جو لگاتار آنے والے تھے۔

(۶) مجہہ:-

جنگ بدر میں حضور ﷺ نے ایک مٹھی بھر کنکریاں لی۔ اور کفار کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان یہ تھا۔ کہ ہر ایک سگریزے کو یہ قوت دی۔ کہ ہر کافر کی آنکھوں میں لگے۔ جب کفار کی آنکھوں میں یہ سگریزے لگے۔ تو کفار کی حالت خراب ہو گئی۔ جس سے مسلمانوں نے کفار پر حملہ کیا۔ اور یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے احسانات سے مسلمانوں نے جیت لی۔

**سوال ۳:** مندرجہ ذیل عبارت کا مفہوم لکھیں۔

(۱) وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونُ فِتْنَةٍ وَيَكُونُ الدِّينُ كَلِهُ لِلَّهِ.

ترجمہ:-

اور مشرکین سے اس وقت تک لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔ اور پورا دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے۔

مفہوم:-

اس آیت میں فتنہ سے مراد ہے۔ "شُرُكٌ" اور اس آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے، کہ کافروں سے جہاد جاری رکھیں۔ اور جہاد میں کوئی بزدلی نہ دکھائیں، جرأت و بہادری سے لڑتے رہیں۔ تاکہ فتنہ ختم ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرک مسلمان ہو جائیں۔ یا مغلوب ہو کر جزیہ ادا کریں۔ یا کفار کا دین مکمل طور پر ختم ہو جائے۔ دین سے مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار عالیٰ کے تحت مسلمانوں کی حکومت ہو۔ ان کو غلبہ، اقتدار اور سلطاحاصل ہو۔ مخفیر یہ کہ مشرکین سے اس وقت تک لڑتے رہو۔ جب تک یا تو مسلمان نہ ہو۔ اور یا ان کا دین اور شرک ختم ہو جائے۔ اور پوری دنیا پر اللہ تعالیٰ کا دین غالب آجائے۔

## الدرس الثاني (ج)

### آیات (۲۸۲۵ تا ۲۸۳۵)

**سوال ۱:** کفار کے ساتھ مقابله کی صورت میں مسلمانوں کو کون کون سے کام کرنے اور کن باتوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے؟

**جواب:** یعنی دین کا پہلا معرکہ تھا۔ جنگ لڑنے کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ اس لیے کفار کے ساتھ لڑنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(۱) فاثبتوا:-

اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ثابت قدمی اختیار کرنا۔

یعنی دشمن کی زیادہ تعداد اور اسلحہ سے مت ڈرو۔ اور کسی قسم کی دنیاوی خواہش نہ رکھو۔ اور باگنے سے اجتناب کرو۔ بلکہ شہادت کی آرز و رکھو۔

اس کا مطلب ہے۔ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔

یعنی جب لڑائی جاری ہو۔ تو زبان سے اللہ کا ذکر بھی جاری ہو۔ مجاہدین کو حوصلہ دینا اور ان کے قدموں کو جمانا بھی ذکر الہی ہے۔ سخت حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا اور مدد کا سوال کبھی رہنیں ہوتا۔

(۳) واطیعو اللہ ورسولہ:-

مطلوب یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

یعنی میدان جگ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر پورا عمل کرو۔ اور اس کے رسول ﷺ کے قائم کردہ حدود سے تجاوز مت کرو۔

(۴) ولاتناز عواظ:-

یعنی آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ بلکہ متحدر ہو۔ اور تھاد و اتفاق کا بھرپور مظاہرہ کرو۔

(۵) واصبروا:-

مطلوب صبر احتیار کرو۔ سختی میں صبر کا ظہار کیا کرو۔ تکلیف ملنے یا زخمی ہونے پر صبر کرنا چاہیے۔ جذبات و خواہشات کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ جلد بازی نہ کرنا اور صبر سے کام لینا بھی صبر میں آتا ہے۔

(۶) مخلص النیات:-

جہاد میں شمولیت کے لیے ضروری ہے۔ کہ لڑائی پوری اخلاص سے ہو۔ تمام اسلامی اعمال کا محور و روح رواں خلوص نیت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ انما الاعمال بالنیات؛۔

یعنی اعمال کا درود مدار نیتوں پر ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

ممنوعات:-

کفار کے ساتھ مقابله کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل باتوں سے منع کرنے کا حکم دیا۔

(۱) ولاتناز عواظ:-

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو واضح طور پر تیا کہ اختلاف و باتفاقی سے گیریز کریں۔ ورنہ بزدل و بے همت ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری قوت جاتی رہے گی۔ اور تمہارا عرب و بد بخاک میں مل جائے گا۔

(۲) ولائکنون بطران:-

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوف و غرور سے منع فرمایا اور کہا کہ اتراتے ہوئے میدان جگ میں نہ جاؤ۔ غرور، سرکشی، سرستی اور جنہی حرکات کا انداز مت اپناؤ۔

(۳) منع رکاء الناس:-

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ریا سے منع فرمایا۔ یعنی کہ دکھاوے سے پہیز کرو۔ یہ کافروں کا کام ہے۔

(۴) ولایہ صد و عن سیمل اللہ:-

مطلوب یہ ہے۔ کہ لوگوں کا کافروں کی طرح را حق سے مت روکو۔ جہاد کی امانت و تقویت کرو۔ اور اس کے عدم جواز کے حیلہ مت تراشو۔

سوال ۲: غزوہ بدر میں مسلمانوں کی نصرت کے لیے نازل ہونے والے فرشتوں کو کیا کریں؟

جواب: شیطان شروع ہی سے مسلمانوں کے خلاف تھا۔ یہاں بدر میں بھی سراقد بن ماک کی شکل میں موجود تھا۔ اور اس کا شکر بند ملٹ کے مردوں کے بھیں میں تھے۔ اور کافروں کے مشورے دے رہا تھا۔ اور ساتھ مسلمانوں کے خلاف اڑنے کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ میں جو آپ کا مد گار ہوں۔

الشیطان نکص علی عقبہ:-

اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک ہزار فرشتے بھیجے۔ شیطان نے جب حضرت جبرائیل کو دیکھا۔ تو اُلیٰ پاؤں پھیر گیا۔ اور ساتھ ہی شکر دم دبا کر بھاگے۔ ایک مشرک نے بھاگنے کی وجہ پوچھی تو کہا۔ میں تم لوگوں سے الگ ہو رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے وہ کچھ دکھائی دے رہا ہے۔ جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ اور یہ کہتے ہوئے میدان جگ سے بھاگا۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل عبارت کی مفہوم لکھیں:

یا ایہا الذين امنوا اذالقيتم فة فالبتو واذکر الله كثیرا لعلکم تفلحون:

ترجمہ:-

اے ایمان والوں کی فرگروہ سے جب تمہارا مقابلہ ہو۔ تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو۔

مفہوم:-

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فارک کے ساتھ مقابلے کی صورت میں مندرجہ ذیل کاموں کا حکم دیا ہے۔

فہمہ:-

"فہمہ" سے مراد ہے۔ "گروہ" اور یہاں اس آیت میں کافر گروہ مراد ہے۔ کیونکہ مسلمان دوسرے مسلمان سے نہیں لڑتا۔ اس آیت کا پہلا حصہ ہے۔ کہ ایمان والوں جب تمہارا کافر گروہ سے آمنا سامنا ہو۔ تو مندرجہ ذیل احکامات اپناؤ۔

فالبتوا:-

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو واضح طور پر بتایا کہ جب تم فارک سے مقابلہ ہو جاؤ۔ تو آپ کو چاہیے۔ کہ ثابت قدم رہو۔ کیونکہ جنگ سے بھاگنا سخت گناہ ہے۔ واذکروا لله کثیرا:-

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غائب قدم رہنے کے بعد بتایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔ اور فتح کی دعائیں اگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو سکون وطمینان ملتا ہے۔ وقت اور حوصلہ بڑھتا ہے۔ خوف و درد ور ہو جاتا ہے۔

لعلکم تفلحون:-

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بشارت دی۔ کہ میدان میں ثابت قدم رہنے اور اللہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو کامیابی کی ضمانت دیتا ہوں۔ کا لرم میدان جنگ میں چھر ہے۔ اور یادِ الہی کی تو کامیابی فتح تمہارا مقدر بنے گی۔

(۲) واطیو اللہ ورسوله ولا تنازعوا فتشکلوا وتذهب ریحکم واصبرو ان الله مع الصبورین۔

ترجمہ:-

اے ایمان والوں! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ آپس میں بھگڑا نہ کرو۔ ورنہ تم بے بہت ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کر بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مفہوم:-

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چار چیزوں کا حکم دیا ہے۔ واطیعو اللہ (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو)

آیت میں سب سے پہلے یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ کسی بھی حالت میں اللہ کی فرمانبرداری کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس کے احکامات پر پورا عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے اس کے احکامات پورا عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

وطیعو الرسول (رسول ﷺ کی اطاعت کرو)

اس آیت میں دوسرا حکم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے بعد اس کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل درآمد اور پیروی لازم رکھی جاتی ہے۔ ولا تنازعوا (باہمی بھگڑوں اور اختلاف سے گریز کریں)

آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تیرسا حکم یہ دیا ہے۔ کہ باہمی بھگڑوں سے گریز کرو۔ کیونکہ بھگڑوں سے انسان کمزور اور بے بہت ہو جاتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو بتایا کہ بھگڑوں سے احتراز ضروری ہے۔ تاکہ مسلمان بے بہت نہ ہو۔ اور ان کا رعب و بد بہقائم رہے اور ان کا تقاضا پارہ پارہ نہ ہو۔

واصبروا (اور صبر کرو)۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو واضح بور پر بتایا کہ صبر کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔ کسی بھی حالت میں صبر و تحمل سے ہاتھ نہیں دھونا چاہیے۔ کیونکہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہیں۔

(۳) ولا تكونوا كالذين جرحوا من ديارهم بطرأ ورثاء الناس و يصدون عن سبيل الله والله بما يعملون محيط.

ترجمہ:-

اور ان لوگوں کی طرح مت ہونا۔ جو اپنے بھگڑوں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روک رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لیتا ہے۔

مفہوم:-

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ممنونوں سے فرمایا کہ اس بات کا خیال رکھو۔ کہ مشرکین کے لشکر کی تقاضی بھی مت کرو۔ مشرکین کو جو لشکر کے سے نکلا تو وہ لوگوں کو دکھاوے کے لیے نکلا۔ اور انہوں نے لوگوں کو راہ حق سے روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیار کیا۔ کہ میدان جنگ میں کافروں کی طرح مغروف روانہ اختیار نہ کرو۔ مسلمانوں سے کہا گیا ہے۔ کہ

جہاد عبادت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دار کیا۔ کہ میدان جنگ میں کافروں کی طرح مغروراتہ اندماز اختیار نہ کرو۔ مسلمانوں سے کہا گیا ہے۔ کہ جہاد عبادت ہے۔ اس میں اترانے، باجے، گانے، ہنی تحریکات اور سرو رنشاط کی مخلیں جانی انتہائی کمروہ اور نہ پسندیدہ عمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تہاری سب اعمالوں کو حافظہ میں لیتا ہے۔

## الدرس الثانی (د)

### آیات (۵۸ تا ۶۲)

سوال: سورۃ الانفال کی آیات میں مسلمانوں کو جہاد کے لیے تیاریاں دیکھ کر منافقین نے کیا تھرہ کیا؟

جواب: جہاد کی تیاری:-

مسلمانوں نے مشرکین کے ہاتھوں بہت تکلینیں اٹھائیں۔ وہ جہرت پر مجبور ہو گئے۔ لیکن مدینہ میں پر سکون زندگی مشرکین کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ انھوں نے منافقین اور یہود سے در پردہ سازشیں کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ و جہاد کی اجازت دی۔ کیونکہ مسلمانوں کی اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ مشرکین کو کی اقتصادی حالت پر ضرب لگائی جائے۔ اور تجارتی قافلوں کو دھمکایا جائے۔ کہ سازشیں نہ کریں۔

#### تجارتی قافله:-

سن ۲ ہجری میں تجارتی قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام سے کہ جا رہا تھا۔ مسلمان اس قافلے کا راستہ روکنا پاہتے تھے۔ لیکن حملہ کا پروگرام نہ بن سکا۔ ابوسفیان نے ابو جہل کو مدد کے لیے بایا۔ تو ابو جہل پوری تیاری کے ساتھ ایک ہزار شکر کے ساتھ تکل۔ ابوسفیان کا قافلہ با حفاظت مکہ پہنچا۔ ابو جہل جنگ کے لیے بھند تھا۔ اور اس نے بدر پر پڑا۔

#### منافقین کا تھرہ:-

منافقین نے مشرکین کے اسلحہ سے لیس بڑے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے تین سوتیرا (۳۱۳) جیش کا موازنہ کیا۔ اور کہنے لگے۔ مسلمان تعداد میں تھوڑے ہیں۔ اسلحہ اور سامان بھی نہیں رکھتے۔ یا اپنے دین کی سچائی پر مغور ہیں۔ کیا مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ موت کے مند میں جا رہے ہیں۔ اور دیکھے مسلمان کتنے ہشاش بٹا شاہ ہیں۔ اور نہ پریشان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن مجید میں غور نہیں "توکل" کا نام دیا ہے۔ جس سے منافق محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہو گئی جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ توکل کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب اور زبردست صاحب علم ہے۔

سوال: کفار کی جانب سے عہد ٹھنکی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو کیا بہادت دی؟

جواب: کفار کا فرکی جمع ہے۔ اور اس کی لغوی معنی ہے۔ "چھانے والا" یہاں کفار سے مراد ہے۔ نفیر و بوقریضہ کے یہودی قبائل ہیں۔ جنھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ یہاں مدینہ کے تحت معاهدہ کیا۔ یہود یوں نے اس معاهدے کی خلاف ورزی کی۔ اور مشرکین کی مدد کرتے تھے۔ مدینہ کے یہودی منافقین کو اسکاستے تھے۔ اور سازشیں کرتے تھے۔

#### معاہدہ ختم کر دیں:-

قرآن کریم میں فرمایا کہ اگر کسی قوم سے غداری کا اندیشہ ہو۔ تو اس کا معابدہ اسے پالا لیں۔ کہا گیا کہ یہود یوں کے قبلہ بوقرقاع نے معابدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ تو انھیں ملک بدر کیا گیا تھا۔ اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ اس لیے سورۃ الانفال میں بتایا گیا ہے۔ کہ اگر یہ غماز معابدہ پس پشت ڈال دیں۔ اور میدان جنگ میں آپ ﷺ کے مقابل آئے۔ تو اسے سخت سزا دی جائے۔ جسے دیکھ کر پیچھے رہنے والی اور بعد میں آنے والی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں۔ اور عہد ٹھنکی کی جرأت نہ کر سکیں

سوال: اس سبق میں فرعون و آل فرعون کی ہلاکت و بر بادی کے کیا اسباب بیان کئے گئے ہیں؟

جواب: مجرے:-

فرعون کو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو بڑے مجرے دکھلانے۔

(۱) عصا سے سانپ کا بنتا۔

(۲) ہتھیلی کا سورج کی طرح چکنا۔

سارے ملکوں سے آئے ہوئے جادوگروں نے حضرت موسیٰ کے سامنے ہار مان گئے۔ اور ایمان لے آئے۔ لیکن فرعون اور اس کے درباری پھر بھی ایمان نہ لائے۔ مصر والوں پر مختلف قسم کے عذاب آئے۔ لیکن موسیٰ کی دعا ایمان لانے کے وعدے کے ساتھ یہ عذاب ختم ہوئی۔ لیکن فرعون و آل فرعون نے وعدے کی پابندی نہ کی۔ اور آیات سے مکمل انکار کیا۔ کداداب آل فرعون والذین من قبلهم کفروا بایت الله فاخذهم الله بذنبهیم ان الله شدید العقاب۔

#### ترجمہ:-

فرعون نے اللہ کی واضح نشانیوں کو جھٹلایا۔ اور کہا یہ کھلا جادو ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے گناہوں پر انھیں عبرت ناک عذاب دیا۔

جانوروں سے بھی بدترین انسان:-

قرآن مجید نے فرعون و آل فرعون، دیگر عہد ٹھنکنی اور جھوٹے لوگوں کو شر الدواب کہا گیا ہے۔ یعنی جانوروں سے بھی بدترین ہیں۔ کیونکہ جانور پھر بھی اللہ تعالیٰ کی نظرت پر چلتے ہیں۔ اور یہ انسان حقیقت کو جان کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

سوال: مدرج ذیل عبارت کا مفہوم لکھیں۔

) ولو تری اذ یعوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوہهم وادبارہم . وذوقوا عذاب الحريق. ذلک بما قدمت ایدیکم وان الله ليس بظلام للعبيد.

ترجمہ:-

کاش آپ دیکھ سکتے۔ جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں۔ ان کے چہروں و پیٹھوں پر مارتے ہیں۔ اور ان کو یہ کہتے ہیں۔ کہ اب آگ کا عذاب چکھو۔ یا ان کی اعمال کی سزا ہے۔ جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ اور یہ جان رکھو۔ کہ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

مفہوم:-

درج بالا آیت کے تین حصے ہیں۔

پہلا حصہ: پہلے حصے میں کافروں کی جان نکلنے کا منظر بیان کیا ہے۔

دوسرا حصہ: دوسرے حصے میں کافروں کے لیے آخرت میں عذاب واضح کیا ہے۔

تیسرا حصہ: تیسرا حصے میں مکافات عمل بیان کیا ہے۔

اذ یعوفی الذین کفروا:۔

آیت کے اس حصے میں کافروں کی جان نکلنے کا خوفناک منظر کیا گیا ہے۔ یعنی کہ اگر تو دیکھے۔ جب فرشتے ان کی جان نکلتے ہیں۔ تو ساتھ ان کو چہروں و پیٹھوں پر کوڑوں اور ہٹھوڑوں سے زور زور سے مار رہے تھے۔ اور بڑی مشکل میں ان کی روح قبض کر رہے تھے۔

وذوقوا عذاب الحريق:۔

اس کا مطلب ہے "جلانے والی آگ"۔

آیت کے اس حصے میں بتایا گیا ہے۔ فرشتے جب کفار سے روح قبض کر رہے تھے۔ تو ساتھ یہ بھی کہ رہے تھے۔ کہ یہ تو صرف وقت مرگ کی مہماں نوازی ہے۔ بل اعذاب تو تمہیں

جہنم میں دیا جائے گا۔ جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کھا ہے۔ تمہیں اس آگ میں جائے جائیں گے۔

وان الله ليس بظلام للعبيد:۔

آیت کے آخری میں واضح کیا گیا ہے۔ کہ یہ عبرت ناک سزا ان کو خونہیں دے رہے۔ بلکہ یہ ان کے پیچے ہوئے اعمال کی وجہ سے دی جا رہی ہے۔ کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو بہت لکھنیں پہنچائی۔ اور ان کو حق کے راستے سے روکا۔ اس لیے بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ بندے خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

### الدرس الثالث (الف)

#### آیات (۲۵۹ تا ۲۶۱)

سوال: ان آیات میں جہاد کی تیاری کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا؟

جواب: جہاد کی تیاری کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مدرج ذیل احکامات دئے گئے۔

واعددوا ما استطعتم من قوة:۔

مسلمان پہلے کمزور تھے۔ تو اس لیے مسلمانوں سے کہا گیا۔ کہ وہ جنگ کے لیے جدید ترین اسلحہ اور سامان حرب کا بدوبست کرے۔ اور اپنی طاقت خود بڑھانے۔ بیان قوت سے مراد قوت کا اسلوب ہے۔

اعددوا من رباط الخيل:۔

مطلوب یہ ہے کہ جہاد کے لیے گھوڑے پاؤ اور اسے تیار کرو۔ اس وقت جگ میں گھوڑے استعمال ہوتے تھے۔ اب ضروری ہے کہ گھوڑوں کے علاوہ بکتر بندگاڑیاں، ٹینک، جیپ، بھری و ہوائی جہاز وغیرہ کی فراہمی انتہائی ضروری ہے۔

ترهبون به عدو الله وعدوكم:۔

مطلوب یہ یہ کہ تم اس اسلحہ اور سامان جنگ کی نمائش سے اللہ تعالیٰ اور اپنے دشمنوں پر رعب جماو۔ تاکہ وہ تم سے لڑائی کی جرت نہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مالی جہاد میں بھی حصہ لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔

وما تنفقوا من شئی فی سبیل الله یوف الیکم.

ترجمہ:۔

اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز خرچ کرو گے۔ اس ثواب میں تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔

چنانچہ مسلمانوں کو اج کل جدید اسلحہ کی تاری کے لیے مالی جہاد کرنا بہت ضروری ہے۔ اس لیے ذہن کا بھی تیار ہونا ضروری ہے۔ اور وسائل بھی موجود ہونے چاہیے۔ اور مسلمانوں کو کافروں پر

غالب آن ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انتہم الاعلوں کا ارشاد دیا ہے۔ یعنی کتم ہی غالب آؤ گے۔

سوال ۲: مندرجہ ذیل عبارات کا مفہوم لکھیں۔

۱) واعدو ما استطعتم من قوة من رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وأخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم.

ترجمہ:-

پس جس قدر تم سے ہو سکتے تو اپنے گھوڑوں سے سامان تیار کرو۔ جس کے ذریعہ تم اللہ کے اور اپنے دشمن پر رعب جما سکو۔ اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے۔

مفہوم:-

مسلمان پہلے کمزور تھے۔ اور آہستہ آہستہ قوت حاصل کر رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد و فرمائی۔ جنگ بدر میں پھر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ خودا پری طاقت بڑھائے۔ اس آیات میں قوت سے مراد جدید قسم کا السلاح اور مختلف صلاحیت ہے۔ اور تریتیں کا اصول ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ قوت کے بعد جہاد کے لیے گھوڑے تیار رکھے۔ اس وقت گھوڑوں کا استعمال ہوتا تھا۔ لیکن اب جہاد کے لیے ہر قسم کا جدید ترین سامان تیار کھانا ضروری ہے۔ مسلمانوں سے کہا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھا جائے۔ کیونکہ خوف و رعب جما نا اعلیٰ قوت بننے کے بغیر ممکن نہیں۔ لیکن آج جو مسلمان کمزور رہتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ قرآن پاک پر عمل نہیں کرتے۔ اور شیطانی طاقتوں سے مارکھا رہے ہیں۔

۲) هو الذي اتىكم بنصره وبالمعونين والفت بين قلوبهم لو انفقت ما في الارض جميعاً ما الفت بينهم قلوبهم ولكن الله الاف بينهم.

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے۔ جس نے تمہیں اور ممنونوں کو اپنی مدد سے تقویت کی۔ اور ان کے دلوں میں الافت ڈال دی۔ اگر تم خرچ کرتے وہ سب کچھ جو زمینوں میں ہے۔ تا ان کے دلوں میں الافت نہ ڈال سکتے۔

مفہوم:-

اللہ تعالیٰ نے سر زمین عرب میں رسول کریم ﷺ کو نبی نبا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کا انتخاب بہت اعلیٰ تھا۔ عرب کے لوگوں میں یہ خاص صفت تھی۔ کہ وہ جب کسی کو دل سے قول کرتے تو اس کے لیے جان کی بازی لگاتے۔ رسول کریم ﷺ نے جب اسلام کی دعوت دی۔ تو لوگ اس کے خلاف ہوئے۔ کیونکہ لوگوں کو اپنے پرانے اقدار و راویات پسند تھیں۔ اور ان کو تبدیل کرنا انہیں چاہتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ ۲۳ سال کے عرصے میں پورا جزیرہ عرب مسلمان ہوا۔ اور یہی جاہل لوگ بڑے رہنمابن گئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اور ممنونیں کی طرف سے ﷺ کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے عرب کے لڑنے والے قبائل کے دلوں میں الافت ڈال دی۔ مدینہ منورہ کے اوس وحیز منورہ کے قبیلہ ایک ہوئے۔ قریش کے قبیلے جن کے آپس میں اختلاف تھا۔ وہ بھی شیر و شکر ہوئے۔ بنو أمیہ اور بنو هاشم کے اختلافات ختم ہوئے۔ یہ بڑی طاقت بن گئی۔ انھوں نے چند ہی سالوں میں دنیا کی دو بڑی شہنشاہیں (بانزنطینی اور فارس) ملیا میٹ کر دی۔ اسلام کا اول بالا رہا۔ مسلمان سپر طاقت بنے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور ﷺ کو کفر میا۔ کہ یہ سب میری مدد ہی کی جگہ سے ہوا۔ کیونکہ میں نے ہی ان کے دلوں میں آپ ﷺ کے لیے الافت ڈال دی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا۔ اور اگر چاہتے تو زمین میں جو کچھ بھی ہیں۔ خرچ کرتے لیکن ان کے دلوں میں الافت نہیں ڈال سکتے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔ کہ ان کے دل ایک دوسرے کے لیے نرم ہو گئے۔ اور اسلام کا علم بلند رہا۔ اور مسلمان اعلیٰ طاقت بنے۔

۳) يَا مَنْ يَنْبِي حَسْكَ اللَّهُ مَنْ ابْعَجَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ:-

اے پیغمبر تمہارے اور تمہارے پیروکاروں کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

مفہوم:-

آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو:نا:-

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے فرماتا ہے۔ کہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا کافی ہونا بڑی بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انتہائی حیل اشان ہستی ہے۔ انسان کے لیے اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے جب اسے اللہ تعالیٰ خود اپنے کافی ہونے کا اعلان فرمائے۔ اسے انسان کو اور کیا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے ڈھارس دے رہے ہیں۔ کہ وہ اپنی بے سر و سامانی سے نگھرا کیں۔

میون بھی اللہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے لیے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بڑی مدد تھی۔ کہ مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی۔ اور ایسے ساتھی صحابہ کرام آپ کو میرے ہوئے۔ جن سے اللہ راضی ہوا۔ اور یہ بھی رضا مند تھے۔ جو (اشداء علی الکفار) یعنی دشمن کے خلاف تھے۔ اور (زوجاء عذاب) یعنی آپ میں نرم دل تھے۔ حضور ﷺ کے لیے ساتھی بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت تھی۔ اور اس کے ساتھیوں کو صحابہ کرام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے کافی ہیں۔ اس طرح صحابہ کرام کے لیے بھی کافی ہیں۔

## الدرس الثالث (ب)

### سورة انفال آیت نمبر ۲۹ تا ۳۵

سوال: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کیلئے کیا ترغیب دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے کہ اے پیغمبر مسلمانوں کو جہاد کی بہت زیادہ ترغیب دو آیات کریمہ میں ترغیب کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

۱) میں ثابت قدم مسلمان دوسرا فروں پر غالب ہو گئے یہ وہ ثابت قدم مجاهد ہو گئے جو شوق شہادت حصول الہی صبر و توکل میں اپنی مثال آپ ہو گئے۔ میدان جنگ سے بھاگنا ان کے ذہن اور خیال و تصور میں نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے مجاهدوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایسا مجاهد دس کافروں پر غالب ہو گا۔ اس کے بعد وہی مقدار پھر دھیر ایا اگر سورثابت قدم جانباز مجاهد ہو گئے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب ہو گئے۔

#### تحفیف:-

چونکہ مسلمانوں پر اکی نسبت بہت بھاری، مشکل اور مشقت آیینہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کے ساتھ احسان کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ قیامت تک آنے والے تمام مکان صحابہ کرامؐ کی طرح بلند اور مصبوط ایمان والے با حوصلہ اور باہمیت نہیں ہو گئے اور یہ بوجہ ہلکا کردیا اور فرمایا کہ اگر تم میں سورثابت قدم حم کر لڑنے والے ہو گئے تو وہ دوسرا فروں پر غالب ہو گئے مزید بھی مقدار بیان فرمایا کہ اگر ایک ہزار ثابت قدم لڑنے والے ہو گئے تو وہ ہزار کافروں پر غالب ائمہ گے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ماکان نبی ایں بکون اسری حتی الخ

ترجمہ:-

پیغمبر کے شیائی نہیں کہ ان کے پاس جنگی قیدی ہوں جب تک کہ اچھی طرح کفار کا خون زمین پر نہ بھائے تم دنیاوی مال و متاع چاہئے ہو اور اللہ آخرت کا سامان چاہتا ہے۔

مفہوم:-

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت بدر کے موقع پر نازل ہوئی ان آیات میں ایک قسم کا عتاب ہے جو کچھ مسلمانوں نے کہا اسے پسند نہیں کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب میدان بدر میں کفار برآمد کر بھاگ لئے تو ضروری تھا کہ ان کفار کو پکر کر مارا جاتا۔ لیکن اس کے بعد ایمان مال غنیمت اکٹھا کرنے اور قیدیوں کو باہمے میں مصروف ہو گئے۔ اس موقع سے کافر فائدہ اٹھا کر بھاگ لئے۔ دوسری ناپندیدہ بات یقینی ہے کہ کچھ قیدیوں سے زرفیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابوکرؓ مسحورہ دیا۔ کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ جبکہ عبد اللہ بن رواحہ نے ان قیدیوں کو آگ میں ڈالنے کا مشورہ دیا۔ حضور ﷺ نے حرم دلی کا خیال رکھتے ہوئے حضرت ابوکرؓ کا رائے قبول کر لی۔ کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اور آخرت کے سامان کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔

## الدرس الثالث (ج)

### آیات (۴۰ تا ۴۷)

سوال: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی اس قیدیوں کے بارے میں کیا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں قیدیوں کے بارے میں فرمایا کہ اے پیغمبر ﷺ جو قیدی تھا رہے ہاتھ میں گرفتار ہیں۔ ان سے کہو کہ اگر تمہارے دلوں میں کوئی بھلانی معلوم کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر دے گا۔ جو تم سے لیا گیا ہے۔ اور وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ بیکن اللہ درحم کرنے والا ہے۔ یہ قیدی دھ قسم کے تھے۔

۱) کفار

دوسرے وہ قیدی تھے جن کے دل ایمان سے منور تھے۔ لیکن مجرموں سے آئے تھے۔

۲) اسلام کی طرف مائل قیدی۔

یہ آیت ان قیدیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اس میں حضور ﷺ کے بچا حضرت عباسؓ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تمہارے دل میں ایمان و اخلاص ہے۔ اور جو کچھ مال ان سے بطور فریلیا گیا ہے۔ تو تمہیں ان سے زیادہ عنایت فرمائے گا۔ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔

۳) کفر کی طرف مائل قیدی۔

دوسرے قسم کے قیدی کفار تھے۔ جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا۔ کہ اگر وہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں گے۔ تو اس سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے خیانت کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قبضے میں دیا۔ اور اللہ جانے والا اور حکمت والا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یقینیب کیا تھا۔ کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں اور وعدہ کیا۔ لیکن بعد میں فطری دین کا مذاق اڑایا۔ اور وعدہ پورا نہ کیا۔ وعدہ توڑنے پر اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے قبضے میں دے دیا۔ اور فرمایا کہ جو مسلمان ہوئے انہیں اللہ نے بہت کچھ دے دیا۔ اور جو کافر تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے تباہ

کر دیا۔ اسی طرح ایک قیدی (ابو غزہ جنگی) کو بغیر فدیا اس شرط پر چھوڑ دیا۔ کہ وہ کسی مشرک کی حمایت نہیں کریں گے۔ لیکن جنگ احمدیں وہ پھر آیا۔ اور گرفتار ہو کر عبداللہ بن عائشہ کے سبب قتل کر دیا۔

سوال ۲: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت و نصرت کے بارے میں کیا باتیں ارشاد فرمائیں؟

جواب: ہجرت و نصرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یہ دو گروہ ہیں۔

(۱) مہاجر

(۲) انصار

(۳) مہاجرین:-

حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں میں ایک قسم ان مسلمانوں کی ہیں۔ جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔ مہاجر کہلاتے ہیں۔ جوش روئے ہی سے آپ ﷺ پر سچے دل سے ایمان لائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور حضور ﷺ کی خوشنودی کے لیے وطن چھوڑا۔ اس کے علاوہ جان و مال کی قربانی دی۔ اور سخت ترین موقوں پر آپ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مال خرچ کر کے جنگ کے لیے سامان خریدا۔ اور جنگ میں جانوں کا نظر انہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہی سچے مونمن ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

(۲) انصار:-

دوسری قسم ان مسلمانوں کی ہے۔ جو انصار کہلاتے ہیں۔ جنہوں نے مہاجرین کو اپنے مکانوں میں جگہ دی۔ ان کی خاطر تو اضع کی۔ خود بھوکے رہے۔ لیکن مہاجرین بھائیوں کو تکلیف ہونے نہ دی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانیں لڑائی۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی امانت میں خیانت نہ کی۔ اور ایسا قربانی کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ یہ دونوں گروہ آپس میں "ولی" ہیں۔ یعنی کہ ایک دوسرے کے دوست۔ جان و مال بلکہ دین و ایمان کے ساتھی۔

سوال ۲: مندرجہ ذیل عبارت کا معنی ہم کھیص۔

۱) والذین آمنوا و هاجروا و اجاهدوا فی سبیل الله والذین آووا و نصروا الْفَک هُمُ الْمُتَّوْمِنُونَ حقاً۔

ترجمہ:-

اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور ملک سے ہجرت کی۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو جگہ دی۔ اور ان کی مدد کی۔ یہی لوگ سچے مونمن ہیں۔

معنی:-

ابتدا اسلام کے دو اعلیٰ گروہوں کی تعریف کی گئی ہیں۔ وہ دو گروہ ہیں۔

مہاجر:-

یہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لے اپنامک، خاندان، گھر اور مال چھوڑا۔ اور دوسرے ملک میں جا بے۔ دوسرے ملک میں ٹیکی و غربت کی زندگی بسر کی۔ اور پھر کفار سے اپنے جانوں و مالوں سے جہاد کیا۔ کہ وہ رشتہ دار جو کافر تھے ان سے کبھی میدان جنگ میں لڑے۔

انصار:-

انصار سے مراد ہے مددگار۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو اپنے گھروں میں پناہ دی۔ حتیٰ کہ کاروبار و تجارت ان کو حرص دیا۔ اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں سے ان کا نکاح کرا کے ان کے گھر بسائے۔ اور ہر لحاظ سے اپنے مہاجر بھائیوں کی بھرپور مدد کی۔ اخوت کی ایسی مثال دنیا کی تاریخ میں اور کہی نہیں ملتی۔ یہ دونوں گروہ زبردست مثالی اخوت کے جذبے سے سرشار ہے۔ یہ گروہ آپ ﷺ پر فدا تھے۔ اور آپ ﷺ کے ہر حکم کی تعلیم کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی شان و مرتبہ دیا۔ یہی اللہ تعالیٰ سے بہت خوش اور اللہ تعالیٰ کے شکرگزار تھے۔

# مکن حدیث الحدیث

(حدیث سے مراد حضور ﷺ کا قول، عمل و قرار ہے)

## ترجمہ و تشریح

- ۱) افضل الاعمال ..... الخ
- ۲) طالب العلم ..... الخ
- ۳) خيركم من ..... الخ
- ۴) من صل ..... الخ
- ۵) لا يئوم احدكم ..... الخ
- ۶) ليس منا ..... الخ
- ۷) الرآشى ..... الخ
- ۸) ان اكمل المؤمنين ..... الخ
- ۹) كلكم راع ..... الخ
- ۱۰) خير الناس ..... الخ

۱) افضل الاعمال لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْاسْتِغْفَارُ.

ترجمہ: ..

سب سے افضل عمل "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" ہے۔ اور سب سے افضل دعا "استغفار" ہے۔

تشریح: ..

اس حدیث کے دو جزیں۔ پہلے جز میں بہترین عمل کا ذکر ہے۔ اور دوسرا میں بہترین دعا کا۔

حدیث شریف میں بہترین عمل "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" بتایا گیا ہے۔ جس کو علم طیبہ یا علم توحید کہتے ہیں۔ اور اس کے معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کلمے کی تصدیق کرنا اور ساتھ ہی اس پر عمل کرنا سب سے بہترین عمل ہے۔ ان الفاظ کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا قرار کرتے ہیں۔ اور صرف اسی ذات کی عبادت کرنا افضل سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کسی کے سامنے سرچھکانا اور ان کے ساتھ عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو برحمت معبود مانا جائے۔ کاسی کی ذات نے ہمیں کبھی پیدا کا۔ اور پوری کائنات کو کبھی۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" توحید کی جان ہے۔ یہ بہترین ذکر ہے۔ جو یہ کلمہ پڑھتا ہے۔ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور اس پر سچے دل سے اگر یقین عمل کیا جائے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سوچ نہیں سکتا۔ حدیث قدسی ہے کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" میرا قلمب ہے۔ جو میرے قلمے میں داخل ہوا۔ وہ میرے عذاب سے نجی گیا۔ حدیث کے دوسرے جز میں "استغفار" کا ذکر ہے۔ "استغفار" کے معنی ہیں۔

مغفرت مانگن، یونکہ انسان دنیا کی رنجینوں میں کھوجاتا ہے۔ اور وہ بھول جاتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بنہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی کام کر رہا ہوں۔ تو انسان کوچاہیے۔ کہ وہ اپنی غلطیوں پر پشیان ہو۔ اور اپنی غلطیوں کا احساس ہو کہ اس لئے اللہ تعالیٰ مجھ سے نارض ہو سکتا ہے۔ تو وہ نادم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں۔ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے "استغفار اللہ" کا ذکر کرتا رہے۔ انسان غلطی کا پتلا ہے۔ وہ کسی بھی وقت غلطی کر سکتا ہے۔ اگر کنایہ سرزدہ ہو سکتے۔ تو مزاوجہ کی عمارت نہ ہوتی۔ جو شخص اپنے گناہوں کا مطالب ہو گا۔ تو نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزاٹی۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے گناہ یا غلطی پر نادم ہو تو اسے اللہ کی بارگاہ میں "استغفار" کرنا چاہیے۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اور گناہ معاف فرماتا ہے۔ جس طرح بہترین عمل "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" اس طرح بہترین دعا "استغفار" ہے۔

(۲) طلب العلم فربضة على كل مسلم.

ترجمہ:-

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

تشریح:-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ تو اس کے لیے علم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی گئی۔ اور اسی علم کی وجہ سے انسان کو "شرف الخلوقات" کہا گیا۔ لہذا انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی ذات و کائنات کے بارے میں جانے۔ اسے ہرچیزی اور بری چیز کا علم ہو۔ علم ہی کہ وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ "عالم و جاہل برادریوں ہو سکتے۔"

حضور ﷺ پر بھی جو دعویٰ بھی نازل ہوئی۔ اس میں بھی علم و تعلم کی اہمیت بیان کی گئی ہیں۔ علم کی معنی ہے۔ "جاننا" علم کے دو درجے ہیں۔

(۱) علم الادیان یعنی دینی علم۔

(۲) علم الابدان یعنی سائنسی اور دنیاوی علم۔

ہر مسلمان کوچاہیے کہ وہ دینی علم ضرور حاصل کرے۔ تاکہ اسے اللہ تعالیٰ، حضور ﷺ اور دین کے متعلق معلومات ہو۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ۔

قل ربی زدنی علماء۔

یعنی اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرم۔

علم ہی کی بدولت انسان بیکی کی طرف کامن ہوتا ہے۔ اور برائی کو تکر کرتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ کتم عقول سے کامنیں لیتے؟ دنیا میں کتنی چیزیں ہیں تم غور کیے بغیر گزر جاتے ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "حکمت مونمن کی گشیدہ چیز ہے جہاں سے ملے لے لو۔"

حکمت سے مراد انہی ہے۔ اور دنیائی علم ہی کی بدولت آتی ہے۔ حضور ﷺ نے پدرہ سال پہلے علم ہی کی اہمیت کا احساس کیا۔ اور اپنی ملت کو علم حاصل کرنے کی اہم ترین ضرورت کی طرف توجہ دلائی۔ اس لیے مسلمان مرد و عورت کو علم حاصل کرنا چاہیے۔ علم ہی کی دولت سے انسان دنیا میں بھی ترقی کرتا ہے۔ اور آخرت میں بھی اس کی زندگی سنبھال جاتی ہے۔

(۳) خيركم من تعلم القرآن و علمه.

ترجمہ:-

تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔

تشریح:-

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ دنیا بھر کی کتابوں میں بہترین کتاب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری آسمانی کتاب ہے۔ جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کتاب کو موضوع انسان ہے۔ اس میں دنیاوی، اخروی، معاشی، سیاسی، سائنسی، روحانی اور مذہبی ہر لحاظ سے رہنمائی موجود ہے۔ علم دنیا اور آخرت میں اس وقت تک سرخوںیں ہو سکتے۔ جب تک اپنی دنیاوی زندگی قرآن کی تعلیمات کے ساتھ میں نہ ڈالے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔

"سب سے بہترین انسان وہ ہے۔ جو خود قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھائے۔"

مطلوب یہ ہے کہ خود بھی اس پر عمل کرے۔ اور دوسروں کو اس کے رنگ میں رنگ دے۔ قرآن کی معنی ہے۔ وہ کتاب جو بار بار پڑھی جائی۔ قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے۔ جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ افرادی اصلاح معاشرتی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ معاشرتی اصلاح تب ہو سکتی ہے۔ جب معاشرے کے لوگوں کو قرآن کی تعلیمات سے آراستہ کیا جائے۔ اس لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید خود بھی سیکھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔

"قرآن کا ماہر بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہے۔"

جو شخص قرآن کو پڑھے۔ اور اس پر عمل کرے۔ تو قیامت کے دن اس کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا۔ اور اس تاج کی روشنی سورج سے کئی زیادہ ہو گی۔ قرآن مجید کی تعلیمات دوسروں کو سکھانا صدقہ جاریہ ہے۔ جو شخص نے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ اور وہ شخص فوت ہوا۔ تو موت کے بعد بھی اس کے اعمال نامے میں نیک اعمال لکھے جائے گے۔ جب تک سیکھنے والا اس پر عمل کرتا رہے۔

ترجمہ:-

جس نے مجھ پر ایک مرتبہ بھی درود بھیجا اللہ نے اس کے لئے عافیت کا دروازہ کھول دیا۔

تشریح:-

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد انسانیت والے حسن حضور ﷺ میں آپ ﷺ کے تمام خلوقات پر بے شمار احسانات ہیں۔ آپ ﷺ نے انسان کو دنیا اور آخرت کا راستہ بتایا۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کی بدولت مشرک بہ اسلام ہوئے۔ اور انسان خدا کی ذات اور صفات سے آگاہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی عمل سیرت و سنت کے ذریعے ہمارے لیے بہترین نمونہ اور اسوہ حسنہ پیش کیا۔ احسانات کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر چیز سے بڑھ کر آپ ﷺ کی ذات سے عقیدت اور محبت رکھی جائے۔ اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ آپ ﷺ کی محبت و عقیدت کے بغیر دین ناممکن ہے۔ کیونکہ عقیدت اور محبت کا تعلق دل سے ہے۔ اور ملک طور پر اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اور عقیدت اور محبت کے اٹھار کے طور پر آپ ﷺ پر درود بھیجا جائے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحزادب میں فرمایا۔

ان الله وملائكته يصلون على النبي . يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما .

ترجمہ:-

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیج ہیں۔ اس لیے اے ایمان والو اتم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ درخواست کرے۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ حمتیں آپ ﷺ پر فرماتا رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حمتیں آخرت کے آپ ﷺ پر فرماتا رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمتیں کوئی حد نہیں۔ حضور ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عافیت کا ایک دروازہ کھول دیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس انسان کے لئے آرام و آسائش کا ایک دروازہ کھولا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے کنجوس انسان وہ ہے۔ جو میراث نے اور مجھ پر درونہ بھیجے۔ کیونکہ صرف وصرف حضور ﷺ کو حاصل ہوئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے متمنوں کو ارشاد فرمایا کہ "حضور ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجنے سے اللہ اس شخص کے لیے آرام و آسائش کا ایک دروازہ کھو دیتا ہے۔ اور اس کے لیے دن بھی دن بھی جاتی ہے۔ اور یہی آپ ﷺ کی محبت و عقیدت کے اٹھار کے طور پر آپ ﷺ کے احسانات کا تقاضہ ہے۔"

٥) لا يومن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به.

ترجمہ:-

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک متمن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کی خواہش اس (تعلیم) کے مطابق نہ ہو جو میں لایا ہوں۔

تشریح:-

اس حدیث میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری کی تاکید کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میری تعلیمات پر عمل نہ کرو گے۔ جو میں لایا ہوں۔ اور اپنی تمام خواہشات میری تعلیم کے تابع نہ کرو گے۔ تو ایمان کی لذت سے محروم ہو جاؤ گے۔ ارشاد ربانی ہے۔

واطیعوا الله ورسوله .

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ۔

"کہ جس نے حضور ﷺ کی پیروی کی گیا اس نے میری پیروی کی۔"

کیونکہ قرآن کو سمجھنے کے لیے رسول ﷺ کی باتیں سمجھنا ضروری ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ جس نے حضور ﷺ کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"کہ ہمیں ایسی خواہشات اور آرزوں سے پچاہ ضروری ہے۔ جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔"

حدیث شریف کے مطابق اگر انسان کے خواہشات قرآن کے تابع ہو تو انسان میں برائی کا امکان نہیں رہتا۔ لیکن اگر انسان نفس کا غلام بن جائے۔ تو وہ قرآن و سنت کے احکامات اور طریقوں سے ہٹ جاتا ہے۔ اور ان کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ تو کامل متمن نہیں رہتا۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زبانی اقرار توحید کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اپنی پوری زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق پابند بنانا صحیح اسلام ہے۔ جس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت میں بھی سرخرو ہو جاتی ہے۔

(۶) لیس من من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبارنا.

ترجمہ:-

وہ ہم میں سے نہیں۔ جو ہمارے چھوٹوں پر حرم نہ کرے۔ اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔

تشریح:-

مندرجہ بالا حدیث مبارک میں ایک اہم پہلو بروشنی ذالی گئی ہے۔ اور تایا گیا ہے۔ کہ پچ سو یادہ حرم کے حقدار ہوتے ہیں۔ اس لیے ان سے پیار و محبت کا سلوك کیا جائے۔ اور ساتھ ہی بڑے عزت و تکریم کے حقدار ہوتے ہیں۔ اس لیے بڑوں کا بھی عزت و احترام کیا جائے۔ سب سے بذریعہ معاشرہ وہ ہوتا ہے۔ جس میں بچوں کے ساتھ بڑا سلوك کیا جائے۔ اور بڑوں کو نظر انداز کیا جائے۔ ہمیں چاہیے کہ بچوں سے مشقت نہیں جائے۔ بلکہ ان کو علم کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔ یہ ایک خوبصورت عمل ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے بوجھوں کو (Old houses) میں نہ رکھا جائے۔ بلکہ پتوں، نواسوں اور بیٹوں کو جا ہیے کہ ان کا خاص خیال رکھے۔

سیرت طیبہ:-

حضور ﷺ کا پیار صرف بچوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ مشرکین کے پچ بھی آپ ﷺ کے پیارے لطف انھاتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا۔ کہ سفر سے تشریف لاتے تو راستے میں جو پچ سلیمانیں اپنے ساتھ سواری پر بھاتے۔ موسم کے میوے دیتے۔ بچوں کی غاطر نماز و مقصوفہ فرماتے۔ آپ ﷺ بزرگوں کا بھی احترام کرتے تھے۔ ان سے نرمی سے بات کرتے۔ اور ان کا کام کرتے۔ کیونکہ درج بالا حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔

"وَخُصُّ هُمْ مِنْ سَهْنِيْسْ جو بچوں پر حرم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔"

(۷) الرَّاهِيٰ وَالمرْتَشِيٰ كَلَاهَمَا فِي النَّارِ.

ترجمہ:-

رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جنمی ہیں۔

تشریح:-

رشوت سے مراد ہے ناجائز کام کرنے کے لیے کوئی ذریعہ اختیار کرنا۔ اور رشوت کی صورت تب پیش آتی ہے۔ کہ معاشرہ میں انصاف ختم ہو جائے۔ اور لوگوں کو اپنے جائز حقوق نہیں۔ تو رشوت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس سے معاشرہ بگڑ جاتا ہے۔ جو کہ ایک مکروہ عمل ہے۔ معاشرے کا من و مکون تباہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ۔ "رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جنمی ہے۔"

جبکہ رشوت دینے والے سے لینے والا زیادہ گنگہ رہے۔ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور جب معاشرے میں حقوق العباد سے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں تو یہ چلن عام ہو جاتا ہے۔ رشوت کی طریقوں سے دی جاتی ہے۔ مثلاً تختے تھاuff وغیرہ دینا۔ یہ سب مکروہ عمل ہیں۔

کلامیٰ النازن:-

محمد ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ شخص جو رشوت لیتا اور دیتا ہے۔ دوزخ کی آگ میں جائیگے۔ ایک آدمی مسلمان و نبی ﷺ کا امتی ہو کر رشوت کی لعنت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ تو اس کے لیے دوزخ کا عذاب بھی کم ہے۔ کیونکہ رشوتوں سے حق تلفی ہوتی ہے۔ اور مستحق لوگوں کا حق مارا جاتا ہے۔ اور لوگ اذیت سے گزرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم رشوت جیسی لعنت سے خود کو بچائے کیونکہ دوزخ کی آگ اس دنیا کی آگ سے ستر (۷۰) لگانیز ہے۔

(۸) ان اكمل المُؤمِنِينَ إيماناً احسنهم خلقاً.

ترجمہ:-

یقیناً مُؤمِنُوں میں کامل ترین ایمان والا ہو ہے۔ جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔

تشریح:-

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں اچھے اخلاق کی اہمیت بتائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اچھے اخلاق ایمان کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں عمدہ اخلاق پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے۔

انک لعلیٰ خلق عظیم

ترجمہ:-

"بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہے۔"

حسن خلق سے آپ میں نفرتوں کو محبتیں میں بدلے جاسکتا ہے۔ دُشمن بھی تیرے فرمابدار ہو سکتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اگر انسان کا اخلاق اچھا ہوگا تو وہ ایمان کی زیور سے آراستہ ہوگا۔ اور وہ کامل مسیح ہوگا۔ اس

کی خصیت تکھری ہوئی ہوگی۔ اچھے اخلاق میں دیانت، امانت، حق گوئی، عدل و انصاف، صبر و شکر، تبر، خدمتِ خلق، احسان، تقویٰ اور خوف خداونگر آتے ہیں۔ ارشادِ بانی ہے۔

لقد کان لكم فی رسول الله اسوة حسنة.

ترجمہ:۔

"تمہارے لیے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں بہترین نمونہ ہے۔"

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اچھے اخلاق سے آ راستہ ہوں۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ۔

"کامل ترین متومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"

اور اچھے اخلاق حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنانے سے ملتے ہیں۔

## (۹) گلگتم راع و گلگتم مسئول عن رعیته.

ترجمہ:۔

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے۔ اور تم میں ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہے۔

تشریح:۔

یہ ایک انتہائی اہم حدیث ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے۔ کہ تمام انسانوں کو اپنے دائرہ کار میں ذمہ دار مقول قرار دیا گیا ہے۔ رائی کی معنی ہے "چڑواہا"۔ چڑواہا بیوڑ کے ہر جانور کا ذمہ دار ہے۔ جیسے وہ چڑا ہے اسے ہر وقت بیدار رہنا پڑتا ہے۔ تاکہ رکھوںی کا حق ادا ہو سکے۔ اس طرح کسی ملک کے حاکم کو، گھر کے سربراہ کو، خاتون خانہ کو، تاجر یا کسان کو، افسر اور رُوکر کو، استاد و شاگرد کو اپنے ذمہ کے تمام کام ذمہ داری سے ادا کرنے چاہیے۔ کیونکہ وہ جواب دہ ہوئے۔ اور اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

ہر فرد ذمہ دار و جواب دہ ہے۔

حضور ﷺ کا ایک بڑی حدیث مبارک کا یہ انتہائی حصہ ہے۔ کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے۔ اور ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے۔ کہ بخش حضور ﷺ جہاں جس حیثیت میں بھی ہے۔ اپنی ذمہ داری و فرائض کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں میں جواب دہ ہے۔ یعنی سربراہ حکومت اپنی عوام اور غلام کے بارے میں جواب دہ ہے۔ سربراہ خاندان اپنے اہل خانہ کے بارے میں جواب دہ ہے۔ یوں گھر، اولاد کی اور دیگر اہل خانہ کے بارے میں جواب دہ ہے وغیرہ۔

احساس ذمہ داری:۔

اسلام معاشرے کے تمام افراد کو یا احساس دلاتا ہے۔ کہ بخش اپنی اپنی جگہ کردار ادا کرنے لیے پیدا کرنے گئے ہیں۔ وہ بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا۔ ان سب سے مل کر ایک ذمہ دار معاشرہ معرض وجود میں آیا ہے۔ جس میں ہر ایک کا اپنادائرہ عمل اختیار ہے۔ ہر ایک کے پاس اپنی امانت و ڈیوٹی ہے۔ وہ کسی بھی جگہ میں ہے۔ جو بھی کام کر رہا ہے۔ اپنے کام و ڈیوٹی امانت و دیانت سے بجالائے۔

## (۱۰) خیر الناس من ينفع الناس.

ترجمہ:۔

لوگوں میں اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع دیتا ہے۔

تشریح:۔

اس حدیث میں بہترین عمل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ انسانیت کی فلاں بہبود کا عمل انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس دینا میں عزت و کامیابی انبیٰ لوگوں کو راضیب ہوتی ہے۔ جو خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو حدیث کی زبان میں خیر انساں کہا جاتا ہے۔ یعنی بہترین لوگ یہیں لوگ دنیاوی کامیابی اور آخرت کی نجات سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو فائدہ دے۔ مثلاً۔ راستے سے کائے ہٹانا، دوسرے انسان کے لیے بھلا سوچنا، دوسرے انسان سے خندہ پیشانی سے پیش آنا وغیرہ۔ اگرچہ یہ زیادہ شکل اعمال نہیں لیکن انہیں صدقات میں نہیں لگنا جاتا۔ کیونکہ اس سے لوگوں کو فائدہ ملتا ہے۔

حقوق:۔

ہر مسلمان کے ذمہ دو حقوق ہیں۔

(۱) حقوق اللہ

(۲) حقوق العباد

حقوق اللہ سے مراد ہے۔ اللہ کا حق ادا کرنا۔ اور حقوق العباد سے مراد ہے۔ بندوں کا حق ادا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔ میں اپنے حق تو معاف کر سکتا ہوں۔ لیکن بندوں کا حق معاف نہیں کر سکتا۔ جب تک بندہ خود معاف نہ کرے۔ اس لیے نہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بندوں کا بھی حق ادا کرتے رہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک و اچھا برداشت کرنا چاہیے۔ اور اگر ایسا نہیں کیا تو کامل مسلمان نہیں۔

## موضعی مطالعہ

- ۱) قرآن مجید۔ تعارف۔ حفاظت۔ فضائل
- ۲) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و اطاعت
- ۳) علم کی فرضیت و فضیلت
- ۴) طھارت و جسمانی صفائی

سچن نمبرا:

### (قرآن مجید۔ تعارف۔ حفاظت۔ فضائل)

سوال ۱: قرآن مجید کا مختصر تعارف لکھیں۔

جواب: قرآن مجید کی معنی ہے۔ وہ چیز جو بار بار پڑھی جائے۔ قرآن مجید وہی کتاب ہے۔ جو کہ راض پر سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس کی جسمانی و نظری ضروریات پوری کرنے کے لیے مادی و سماں پیدا کئے۔ اور اس کے ذہن و روح کی رہنمائی کے لیے بھی اہتمام کر دیا ہے۔ خود انسان کو خیر و شر میں فرق کرنے کی صلاحیت اور خیر کی آواز عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامل رہنمائی کے لیے انجیاء سمجھے۔ اور ان پر کتابیں نازل فرمائی۔

ہمارے نبی ﷺ کے آخری نبی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اور تمام نبی نوع انسان کے لے ہدایت کا دائیٰ ذریعہ ہے۔ یہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ جس طرح ارشاد ربانی ہے۔

وَإِنَّا لَنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مَصَدِّقاً لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهِمَّنَا عَلَيْهِ۔ (مائدہ: ۲۸)

ترجمہ:-

اور تمہاری طرف ہم نے یہ کتاب نازل کی ہے۔ یعنی لے کر آئی ہے۔ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں آئیں۔ ان کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور ان کی محافظہ و نگہبان ہے۔ مطلب ان کتابوں میں جو تعلیمات اور عقائد اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہ رہ سکے۔ انیں قرآن مجید نے اپنے انداز سرنوبیان کر کے محفوظ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات پر پورے اطمینان سے آخری عمل کیا جاسکتا ہے۔

کامل حدایت:-

قرآن کریم انسانی زندگی کے تمام پہلو کے متعلق رہنمائی کرتا ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی حقیقت، خیر و شر، حلال و حرام، اخلاقی تعلیمات غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق رہنمائی موجود ہے۔ اور آخرت کی زندگی کے بارے میں بھی تفصیلی معلومات ہیں۔

قرآن پاک انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی، معاشرتی حقوق و فرائض اور اس کے معاشری اور اقتصادی امور کے متعلق بنا دی ہدایات، سیاسی و بین الاقوامی معلومات اور اخلاقی رویوں کے بارے میں تعلیمات پیش کرتا ہے۔ غرض قرآن کریم انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں ضروری معلومات و رہنمائی کا خزینہ ہے۔ اور اس میں وہ تمام ہاتھیں واضح بتادی گئی ہیں۔ جن کا جاتا انسان کے لیے بہت ضروری ہے۔ حق کے جانے کا انسان کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ اور اس ذریعے کی بہترین تفصیل حضور ﷺ کی زندگی اور سنت ہے۔

سوال ۲: قرآن مجید کے حفاظت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ بیان کریں۔

جواب: قرآن مجید کی حفاظت:-

قرآن پاک عام الہامی کتابوں میں محفوظ ترین کتاب ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔ اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"انا نحن نزّلنا الذکر وانا له لحفظون".

ترجمہ:-

بلاشیہ یہ ذکر ہم نے نازل کیا اور ہم خود ہی اس کے حافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم کی حفاظت کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا۔ کہ پوری دنیا میں موجود قرآن مجید کے نسخوں میں ایک لفظ یا زبر، زی، پیش میں بھی فرق نہیں آیا۔

حفاظت اور عہد رسالت:-

قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہوا۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تیس (۲۳) سالوں میں نازل ہوا۔ جو نبی پھر آیات نازل ہوتی تو آپ ﷺ کا جب وہی کو بلوکر لکھوادیتے۔ اور یہ رہنمائی بھی فرماتے کہ انہیں کس سورت سے پہلے یا بعد میں اور کہ آیت سے پہلے کھا جائے۔ کتابتین وحی چالیس (۴۰) کے قریب تھے۔ مسجد نبوی ﷺ میں ایک مقام متعین تھا۔ جہاں وہ عبارت رکھ دی جاتی۔ اور صحابہ کرامؓ اس کی نقل کر کے لے جاتے تھے۔ اور یاد کر لیتے تھے۔ اس طرح جوں قرآن مجید نازل ہوتا گیا۔ لکھا بھی جاتا رہا۔ اور حفظ بھی ہوتا رہا۔ اس عمل میں صرف مرد نہیں بلکہ خواتین بھی اس میں شامل تھیں۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں مکمل قرآن کریم اکثر امہات المونین، صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کو حفظ ہو چکا تھا۔ اور متعدد صحابہ کرامؓ نے اس کی مکمل نقول تیار کری تھی۔ حضور کریم ﷺ کا قرآن مجید کی حلاوت اور حجۃ کرنا:-

قرآن مجید نازل ہوتا گیا۔ اور آپ ﷺ کے دل پر نوش ہو کر خود بخوبی دیا ہوتا گیا۔ آپ ﷺ اسے بلند آواز میں سناتے۔ اور صحابہ کرامؓ اسے ذاتی نسخوں سے اسے لکھتے اور یاد کرتے تھے۔ آخری سال وفات سے چند ماہ قبل حضور کریم ﷺ نے پورا کا پورا قرآن مجید دو مرتبہ سایا۔

محمد صدیقی:-

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعے تمام قرآن مجید کے تمام اجزاء کو آپ ﷺ کی مقررہ کردہ ترتیب کے مطابق لکھا کر کے محفوظ کر لیا گیا۔ کئی مردمیں کے ساتھ بیگوں اور چھوٹے پیغمبروں کے ساتھ بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے تھے۔ اور یہ بہت ہی مشکل کام حضرت زید نے انجام دیا۔ آپ ﷺ ایک ایک آیت لیتے اور دو گواہوں کی گواہی لے کر لکھ لیتے۔

محمد عثمانی:-

حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن مجید کو مختلف قبائل نے اپنے بھوؤں میں پڑھنا شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ حضرت عذیلہؓ نے شام و عراق میں اس قربات اور ہر قربات کے حق میں قبائلی جگہوں کا حال بیان فرمایا۔ تو حضرت عثمانؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے تیار کردہ قرآن کے صحفوں کو بولیمہ علیحدہ ختنے اور حضرت خصہ کے پاس تھے۔ ایک ہی جگہ دو جملوں کے اندر حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعے اسی ترتیب اور اسی ترقی لجھ سے جس میں اتر اتحا کلخا کر لیا۔ حضرت عثمانؓ لوای وجہ سے "جامع الناس علی مصحف واحد" کہا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس مصحف کے بہت سے نقول تیار کر کے تمام صوبائی دارالحکومت میں ایک نجی بھیجا۔ شیطانی طاقتیں قرآن پاک میں اختلاف پیدا کرنے موقع بھیں چھوڑتے۔ لیکن جسے اللہ تعالیٰ رکھ کے کوئی نقصان پہنچاے۔ اسی لیے قرآن مجید کو حفظ ترین الہامی کتاب کہتے ہیں۔

سوال ۳: فضائل قرآن پر نوٹ لکھیں۔

جواب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ محفوظ آسمانی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ وہ یقینی علم اور حقیقت کی بنیاد پر ہے۔ اس میں ہر زمانے اور ہر خطے کے تمام انسانوں کے لیے مکمل ہایت اور رہنمائی موجود ہے۔ اور انسان کی دنیا و آخرت کی حقیقی فلاحت کا در و مدار اسی عمل کرنے میں ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔ جس طرح یہ کام تمام کلام انسانوں میں بہتر ہے۔ اسی طرح وہ انسان تمام انسانوں میں بہتر ہے۔ جو خود بھی اس کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"خیر کم من تعلم القرآن و علمه".

ترجمہ:-

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کا سکھائے۔

قرآن مجید کی حلاوت بڑی سیکی ہے۔ اور اس کے ایک ایک حرفاً حلاوت پر دوں نیکیاں ملتی ہیں۔ اور اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت دونوں میں عزت و سرور ازی عطا فرماتا ہے۔

جامع کتاب:-

قرآن مجید ایک اپنی جامع کتاب ہے۔ جس میں زندگی کے ہر پہلو پر وہنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں عقائد و اعمال کا بیان بھی ہے۔ اور اخلاق و رحمانیت کا درس بھی۔ تاریخی و اقعات بھی ہیں اور مناجات و دعا کیں بھی۔ اس میں ہر قسم کے معاشرتی، تہذیبی، اخلاقی، قانونی، سیاسی، آخرت، سزا و جزا پر مصروف حاصل بحث ہے۔

محفوظ ترین کتاب:-

قرآن مجید تمام کتابوں میں محفوظ ترین کتاب ہے۔ کیونکہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال کا عرصہ نظر چکا ہے۔ نزول سے اب تک ایک ایک لفظ موجود ہے۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ جس طرح ارشاد ربانی ہے۔

"انا نحن نزّلنا الذکر وانا له لحفظون".

ترجمہ:- یقیناً ہم نے یہ ذکر اتنا را ہے۔ اور ہم خود اس کے محافظ ہے۔

زندہ زبان کی حامل کتاب:-

قرآن مجید ایک ایسی زبان میں نازل ہوا۔ جو ایک زندہ زبان ہے۔ جبکہ دوسرے الہامی کتابوں کی زبانیں مردہ ہو چکی ہیں۔ اور اب وہ کہیں نہیں بولی جاتی۔  
حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب:-

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے۔ جو انسان کو حق و باطل میں حق کرنے کا تمیز سکھاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ہم نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا۔ اور فرقان کا مطلب ہے۔ حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب۔  
علمگیر کتاب:-

قرآن مجید ایک ایسی علمگیر کتاب ہے۔ کہ ساری دنیا نسبت کے لیے بدایت کا پیغام ہے۔ اس کی تعلیمات ہر دو اور ہر ملک میں قابل عمل ہے۔ ہر ذہن کو اس سے لطف ملتا ہے۔  
محجور کتاب:-

قرآن مجید ایک محجور ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہر انسان ایسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چلخ کیا ہے۔ کہ اس کی تین آیاتوں کی طرح تم سب مل کرلانے سے عاجز ہو۔

چی و بیک سے پاک کتاب:-

قرآن مجید ایک ایسی چیز اور بیک سے پاک کتاب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "ذالک الكتاب لا رب له فیه"۔

ترجمہ:-

یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور اس میں کوئی بیک نہیں۔

سبق نمبر: ۲

## (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و اطاعت)

سوال: تخلیق کائنات کے مطابع سے کس ہستی کے وجود کا ادراک ہوتا ہے؟

جواب:- انسان جب اپنے وجود و کائنات کے ان گنت مظاہر پر غور کرتا ہے۔ تو اسے دریافت کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ کوئی قدرت رکھنے، پروشن کرنے اور حکمت و دانا وی والی ذات ضرور موجود ہے۔ جو ان تمام پر حکمران ہے۔ اور انہیں قوت عطا کر رہی ہے۔ اور بڑھنے کی صلاحیت بخش رہی ہے۔ اور یہ قدیر ہے، خالق ہے، رب ہے، حکیم بھی ہے کہ اس قدر وسیع کائنات کو حکمت سے چلا رہا ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ جب ایک کرسی، ایک میز اور پیالہ وغیرہ بھی بغیر کسی بنانے والے کے تیار نہیں ہوتا۔ تو یہ میں، یہ انسان، یہ چاند، یہ سورج، یہ انسان اور اس کے وجود میں بے شمار قوتیں بھی کسی خالق کی قدرت و حکمت سے پیدا ہوئی ہوں گی۔ یہ قدرت و رحمت اس کے وجود کے لیے بھی دلیل ہے۔ اور اس کو تسلیم کرنے سے حیات انسانی اور وجود کائنات کا درست ادراک حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ جس کی تخلیق کے جلوے ہر جگہ نمایاں ہیں۔ انسان کی عظمت اسی میں ہے۔ کہ وہ اپنے خالق کو تسلیم کرے۔ اور اس کی محبت میں سرشار ہے۔ اور اس کے احکامات پُر اُغل کرے جس طرح سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

یا ائمہ الناس اعبدوا ربکم الذي خلقکم.

ترجمہ:-

اے لوگوں! اپنے رب کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا۔

## اللہ کے وجود پر قرآن حکیم کے دلائل:

کائنات میں مکمل توازن:-

اگر کائنات میں سوچ و فکر کرتے تو اس میں مکمل نظم و ضبط اور حسن ترتیب نظر آئے گا۔ سورۃ ملک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان تھے۔ تھے پیدا کئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں دیکھتا۔ دوبارہ نظر ڈالے تھوڑی کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار گاہ ڈالے تھیڑ کا ہتک کرو کر دو بارہ دو اپنے آئے گی۔  
اجرام فلکی میں نظم و ضبط:-

تمام سیارے اپنے اپنے مدار میں ایک ضابطی میں گردش کرتے ہیں۔ سورۃ لیلیت میں ارشاد ہے۔ نہ سورج کی مجاہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے۔ اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ سب اپنے مدار میں اندازے سے بھیر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے۔ کہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ جس میں ہر ایک چیز مقررہ اندازے اور مقصد سے تخلیق ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

انا کل شیء خلقنا بقدر۔

ترجمہ:- ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے میں پیدا کیا۔

کائنات کی اشیاء میں واضح نشانیاں:-

اس وسیع و عریض کائنات میں خداۓ واحد کے وجود کی نشانیاں سورۃ ال عمران میں ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں اہل عقل کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

دنیا کی ہر چیز میں حکمت اور کارگیری ہے:-

سورۃ النمل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

صُنْعُ اللَّهِ الَّذِي أَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ.

ترجمہ:-

کارگیری اللہ کی ہے جس نے ہر چیز کو مضمبوط بنایا۔

اشیاء کا وجود خالق کی دلیل ہے:-

اشیاء کا وجود خالق کوئی چیز بنانے والے کی بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ انسان اور انسان کے لیے پیدا کردہ کائنات کو کس نے بنایا؟ کوئی تقدیرت از خود کیسے وجود میں آسکتی ہے؟ انسان نے تو یہ چیز نہیں بنائی۔

سوال ۲: اللہ کی محبت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ کی محبت:-

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا۔ عقل دی، حواس دئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں، سننے کے لیے کان دئے۔ اس ذات باری تعالیٰ نے ہمیں سوچنے کی قوت عطا فرمائی۔ تاکہ ہر لوگ اس کی ذات اور اس کے احکام پر غور کریں۔ اس کی عظمت کا اعتراف کریں۔ اس کی حمد و شاء کے لیے ہمارے قلب اور ذہن معمور رہے۔ اس نے ہمارے لیے زمین پر بہت سی آسائش عطا فرمائی اور نعمتیں فراہم کئے۔ یہ سب کچھ محبت اللہ کا دعویٰ دیتا ہے۔ کہ کسی ایک کام معمولی حسن سلوک ساری عمر کی احسان مندی کا ماعت بنتا ہے۔ تو جزو ندگی بنتا ہے۔ اس کے لیے ساری عمر محبت کے جذبے پر وان کیوں نہ چڑھے۔ ایمان کی تجھیں محبت اللہ کے بغیر ممکن نہیں:-

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا۔ "وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُ حِبَّةً.

ترجمہ:- اور جو لوگ ایمان لائے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرنے والے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے۔ تو اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی جائے۔ کہ اس کے احکام کو دل سے تسلیم کیا جائے۔ اور کامل عمل کیا جائے۔

قرآن حکیم اور حبِ اللہ:-

قرآن کریم کے تمام صفات اللہ تعالیٰ کی محبت کی دعوت دے رہی ہیں۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا ہے۔ "إِنَّ فَرِشَتَوْنَ مِنْ زِمِينَ پَرِ اپَاخْلِفَهُ پَيْدَا كَرْنَے والَّهُوْلَ۔ فَرِشَتَوْنَ نَعْتَرَضَوْنَ بَهْيَ کیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔ تمہیں اس کا کچھ پتہ نہیں۔ جو میں بنانے والا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے ایسا انسان بنایا۔ جس میں ہر قسم کے علم و حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عقل جیسی نعمت سے نوازا۔ اور تکمیل الملاک بنایا۔ اسے اشرف الخلوقات بنایا۔ اس سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کی دلیل موجود ہے۔ وہ بالخصوص ہر ایک کو آرام و سکون، رزق و زندگی کی ضرورتیں فراہم کرتا ہے۔

کائنات میں تکرار اور تدریج عظمت خداوندی کا اور اسکا پیدا کرتا ہے۔

کائنات میں جتنا بھی غور فکر کیا جاتا ہے۔ تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی عظمت دکھائی دیتی ہے۔ اس کی خلاقیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیا عظمت کا یہ مشاہدہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے محبت کی راہ نہیں دکھاتا؟

نعمت خداوندی کا تقاضا:-

انسان اگر اپنے وجود کیسے تو سے پانچ سیم، ذہن، اعصابی، نفسیاتی نظام اور دماغ غیرہ ایک جو بارہی نظر آئے گا۔ جس کی سائنسدانوں نے ابھی تک پوری حقیقت معلوم نہیں کی۔ پھر نعمتوں میں سورج، چاند، ستارے، زمین و آسمان، بلند و بالا پہاڑ، گہرے سمندر، وسیع صحراء، گھنے جنگلات، برستائینہ، چلتی ہوائیں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کی صورت میں نظر آئے گی۔ اس کو اس کی رحمانیت، رحمیت اور مالکیت کا احساس ہوگا۔ تو کیوں نہ اس کا دل خالق کائنات اور رب کائنات کے لیے محبت سے موجہ نہیں ہوگا۔

سوال ۳: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کیوں ضروری ہے؟ قرآن و حدیث کا حوالہ دیں۔

جواب: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت قرآن کی روشنی میں:-

رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا تقاضا ہے۔ قرآن مجید نے اس محبت کا ذکر کر کیوں ارشاد فرمایا۔ "النَّبِيُّ اولٌٰ بِالْمَعْنَوْنَ مِنْ انفُسِهِمْ" (الاحزاب).

ترجمہ:- نبی اکرم ﷺ مونوں کے لیے ان کی اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہے۔

مونوں کی جان اور رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت میں سے انتخاب کرنا پڑے۔ تو مونوں کو جان دے کر کبھی محبت کا رشتہ برقرار رکھنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْقَوْالِهِ (الحجورات)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

گفتگو میں سیئیں اور مطابقت و دریوں میں اطاعت پیدا ہوگی۔ تو تقویٰ کا حق ادا ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول ﷺ کے ارشادات جاننے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ رسول ﷺ سے محبت کا لازمی تیجیہ ہوا۔ کہ آپ ﷺ کے ارشادات کو تمذیق پر ترجیح حاصل ہو۔ اسی بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و لا تبطلوا اعمالکم:۔ (محمد: ۳۳)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اور اپنے اعمال شائع نہ کرو۔

یعنی اطاعت کے بغیر اعمال شائع ہوتے ہیں۔

رسول ﷺ کے ساتھ محبت حدیث کی روشنی میں:۔

بِيٰ ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔

لا یومن احد کم حتیٰ یکون ہواه تبعاً لاما جشت به.

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مسکون نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کی خواہشات اس احکام کے مطابق نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔ اس سے معلوم ہو کہ محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت میں کوئی شریک نہ ہو۔ اور رسول ﷺ کی محبت تمام رشتوں اور تمام علاقات سے بڑھ کر ہو۔

حضور ﷺ اپنی امت کے لیے حجم و شیق ہے:۔

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا۔ اس پر تمہاری تکمیل شاق و گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری کامیابی کے انتہائی خواہش مند ہے۔ مسٹرنین کے لیے بے حد شفیق و رحیم ہے۔ جب کسی امت کا پیغمبر ایسا ہوتا یہ پیغمبر کے لیے محبت کے جذبات کیوں مجرمنیں ہوں گے۔ (آیت: ۱۳۸)۔

سوال ۲: رسول ﷺ کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟

جواب: فرمان الہی:۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء دو ٹوک الفاظ میں بتایا کہ:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِطَاعَ بَادِنَ اللَّهِ.

ترجمہ: اور ہم کسی پیغمبر نو نبیس بھیجتے۔ مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جائے۔

اطاعت سے مراد فرماداری اور تکمیل حکم ہے۔ یعنی ہمیں چاہیے کہ آپ ﷺ کی فرمودات پر عمل کرے۔ اطاعت اللہ کے ساتھ اطاعت رسول ﷺ کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِّيعُوا اللَّهَ وَاطِّيعُوا الرَّسُولَ.

ترجمہ: اے ایمان والوں! اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

کیونکہ ایمان کی بناء کے لیے اطاعت رسول ﷺ بہت ضروری ہے۔ جیسے سورۃ الانفال میں فرمایا گیا ہے۔ "اگر تم مسٹون رہنا چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔"

رسول ﷺ کی اطاعت ذریعہ حب الہی:۔

رسول ﷺ کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ ہموار ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کا ثبوت کیسے دیا جائے۔ یہ سوال ہر انسان کے ذہن میں پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے خود اس کا جواب سورۃ ال عمران میں بتایا ہے۔

قُلْ إِن تَحْبُّوْنَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوْنِي يَعِيشُكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ.

ترجمہ: کہ دیکھیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو۔ تو تیری ایتکے کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہ بخشن دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشن دے والا ہے۔

گویا رسول ﷺ کی پیروی سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

مکمل اطاعت لازم ہے:۔

اطاعت میں مکمل خود پر دگی درکار ہوتی ہے۔ ظاہر عمل کے پیچھے ولی چاہت اور قلبی میلان ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ عمل منافقت بن جاتا ہے۔ اسی پر ارشاد ربانی ہے۔

فَلَا وَرِبَّ لَيْسَ مِنْهُ مَنْ يَحْكُمُكُمْ فِيمَا شَجَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ خَرَجَ مَا قُضِيَ وَبِسْلَمَوْا تَسْلِيْمًا.

ترجمہ:۔

"تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک ایمان لانے نہیں۔ جب تک کہ اپنے نمازیات میں آپ ﷺ کا حکم نہ مان لے۔ اور پھر یہ جو فیصلہ آپ ﷺ کرے۔ اس پر تنگ دل نہ ہو بلکہ پورے طور سے اسے تسلیم کر لیں۔"

اطاعت سے جو ایمان کی عملی تکمیل ہے۔ ایمان کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ اور تسلیم و رضا کی برکات حاصل ہوتی ہے۔

سوال: ۵۔ قرآن کریم کے کسی آیت سے ختم بوت ﷺ کا غبہوم واضح کریں۔

جواب: حضور اکرم ﷺ پوری انسانیت کے لیے ابدی صیفہ ہدایت کے کترشیف لائے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ہدایت کا سلسلہ اپنے اتمام کو بھی پہنچا اور اختتام کو بھی۔ ارشاد ہوا کہ۔  
الیوم اکملت لكم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لكم الاسلام دینا۔  
ترجمہ: "آج میں تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو طور دین پسند کیا۔"  
کامل توبین معلوم:۔

دین مکمل، نعمت مکمل اور اسلام پر رضاۓ الہی کا واضح اخبار رسول اکرم ﷺ کے آخری نبی اور رسول ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ کہ اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ احکام الہی مکمل ہو گئے۔ اب رسول ﷺ تا امداد مشغول راہ ہے۔ اور پیغام الہی جو آپ ﷺ کے ذریعے آیا انسانوں کے لیے دستور حیات ہے۔ یہ انسانیت کے لیے شرف بھی ہے۔ اور اب یہ داعی ہدایت بھی ہے۔ رسول ﷺ سے قبل انبیاء کرام کے ذریعے آیا انسانوں کے لیے دستور حیات ہے۔ یہ انسانیت کے لیے شرف بھی ہے۔ اور اب یہ داعی ہدایت بھی ہے۔ رسول ﷺ سے قبل انبیاء کرام علاقوں، قبیلوں یا خاص قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے مختلف معاشرے تکمیل پاتے رہے۔ اب آپ ﷺ کی آمد سے میں اللہ تعالیٰ کی اقوامیت کا تصور بھرا۔ ایک مرکز، ایک اُسہہ، ایک صیفہ، ہدایت نے نسل انسانی کو وحدت آشنا اور مرکز آشنا کر دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا۔ (الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ:۔

فرماد تھے کہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف سے اللہ کا رسول ﷺ بن کر آیا ہوں۔

ختام الانبیاء:۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

ماکان محمد ابا احمد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبیین۔ (الاحزان: ۳۰)

ترجمہ: محمد ﷺ میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔

خاتم سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہے۔ اور آپ ﷺ نے نبوت کا اختتام پر ہم نبوت فرمائی۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ اب انسان کو ہدایت آپ ﷺ ہی کے درستے ملے گی۔ اب پریشانی نظری ختم ہو گئی۔ اب تلاش کر مرحلہ تمام ہوا۔ سب کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ اور رسول کی محبت و اطاعت اور اتباع سے احکام الہی کا پابند بنتا ہے۔ اسی میں دنیا کی بھلانی ہے اور آخرت کی نجات۔ آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک قابل عمل ہے۔ دوسری شریعت پر عمل موقوف ہوا۔  
ختم نبوت کا عقیدہ:۔

یقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں ہے۔ آپ ﷺ کے بعد دوسرا نبی یا رسول آنے والا نہیں۔ قرآن عکیم کے علاوہ احادیث میں بھی اس کو واضح کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ۔  
ان خاتم النبیین لائی بعدی۔

ترجمہ: "میں آخری نبی ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ سب انبیاء نے اسلام کی خوبصورت عمارت بنائی۔ ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی گئی۔ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔ جس سے یہ عمارت مکمل ہوئی۔ یعنی میں خاتم النبیین ہوں۔

سینق: ۲:

### (علم کی فرضیت و فضیلت)

سوال: قرآن کی روشنی میں علم کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے حد حسادات ہیں۔ جن میں ایک احسان علم ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں کو عطا کیا۔ رسول ﷺ پر ہمیں وحی نازل ہوئی اس میں ارشاد ہے۔

اقرء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علقم. اقراء وربک الکرم. الذی علم بالقلم. علم الانسان مالم بعلم۔ (العلق: ۱۵)

ترجمہ:۔

"پڑھا پنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پچکی سے پیدا کیا۔ پڑھا اور آپ کا پروردگار بڑا کرم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ سکھائی۔ جس کا اسے علم نہ تھا۔"

انسان زمین پر خلیفہ و نائب ہے۔ پیدائش سے ہی انسان کے ذہن کو علوم کے حاصل کرنے کی صلاحیت دی گئی۔ علم ہی وجہ سے فرشتوں کو حضرت آدمؑ کو وجودہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے واضح ہو کہ علم انسان کے لیے عظمت کی بنیاد ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ "والذین اتو العلم درجت۔"

ترجمہ: "جس کو علم دیا گیا اس کو بڑا درجہ دیا گیا۔"

لَا يَسْتُو الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ.

ترجمہ: "بِرَأْنِيْسِ عِلْمٍ دِيَأَگِيَّا اَسْ كُوِّرَادِجَدِيَّا گِيَا۔"

علم کے ذریعے تجھی کائنات کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں تمام علوم اور سائنس کی طرف اشارے موجود ہیں۔ مسلمانوں کو ایک آیت میں (اَعُدُّ اَهُمْ مَا اَسْتَطَعْتُمْ) کے ذریعے ہر قوم کے تھیمار جس میں جو ہری ہتھیار بھی آئتے ہیں بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ تھیمار علم ہی کے ذریعے بنانے ممکن ہیں۔ علم تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک اور جگہ ارشادِ بانی ہے۔

اَنَّمَا يَخْشِيُ اللَّهُ مِنْ عَبَادِ الْعَلَمَاءِ.

ترجمہ: "عَالَمٌ هِيَ اللَّهُ سَهْ ڈَرْتَهِ ہیں۔"

علم ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

سوال: احادیث کی روشنی میں حصول علم کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

جواب: حضور کریم ﷺ نے فرمایا۔ انما بعثت معلماً۔

ترجمہ: "میں معلم پا کر بھیجا گیا ہوں۔"

آپ ﷺ کی یہ خواہشِ رہنمائی کہ ان کا علم بڑھے۔ اس لیے وہ دعا فرماتے تھے۔ "رَبِّی زَدْنِی عِلْمًا۔

ترجمہ: "اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرم۔"

آپ ﷺ نے خواتین کو بھی علم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور فرمایا۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم.

ترجمہ: "عِلْمٌ كُي طَلَبٌ هُرْ مُسْلِمٌ (مرعورت) پر فرض ہے۔"

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا۔

علم اور حکمتِ متوفین کی گامِ کشتم میتاع ہے۔ جہاں سے میسر ہو حاصل کرو۔ کیونکہ وہی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا۔ "اطَّلِبُ الْعِلْمَ وَلُوكَانِ بِالصَّيْنِ۔"

ترجمہ: "علم حاصل کرو۔ چاہے یچین سے ہی کیوں نہ حاصل ہو۔"

یعنی دنیا کے کسی ملک سے غیر معلومات لے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی علم حاصل ہوا ہو۔ اسے آگے پھیلائے۔

رسول اللہ نے فرمایا۔ "بِلَغُوا عَنِيْ وَلُو آتِيْهَ۔"

ترجمہ: مجھ سے ایک آیت بھی سنو تو اسے آگے پہنچاو۔ اور اس کی تبلیغ کرو۔" اس طرح آخری حج کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ "فَلِيَلْعَظِ الشَّاهِدُ الْغَائبُ:

ترجمہ: "جو حاضر ہو جو موجود ہیں اس تک میری بات پہنچاو۔"

حصول علم کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ: "ماں کے گود سے لے کر قبرتک علم حاصل کرو۔" آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ۔ "متوفین علم سے کبھی سیر نہیں ہو سکتا۔ حقیقت کے جنت تک پہنچ جاتا ہے۔"

سوال: قرآن و حدیث کی روشنی میں علم کی فضیلت پر نوٹ لکھیں۔

جواب: قرآن پاک:-

قرآن مجید کی پہلی پانچ آیات جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ ان میں علم و عقل اور پڑھنے کی اہمیت کے طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور علم کی فضیلت واضح کر دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں

فرمایا گیا ہے۔ "انما يَخْشِيُ اللَّهُ مِنْ عَبَادِ الْعَلَمَاءِ۔"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی بیت و جال اور عظمت و کمال سے علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

علم کی بدولت وہ واقعی مقنی بن جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ علم و حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔ گویا آپ ﷺ کی علم و حکمت کی موتو حاصل کرنے کے لیے امت کے علماء ہی فریضہ انجام دیتے ہیں۔ علم ظہرت اور سر بلندی کا ذریعہ ہے۔ زیور علم سے آراستہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے۔ "وَالَّذِينَ أَتُوا الْعِلْمَ درجت۔"

ترجمہ: جن کو علم دیا گیا ان کو بڑھ جاصل ہوا۔ ایک اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ "لَا يَسْتُو الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔"

ترجمہ: براہنیں علم والے اور غیر علم والے۔ جو لوگ نور ایمانی سے منور ہو کر علم سے کام لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"يُرْفعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أَنُوا الْعِلْمَ درجت۔"

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان والے۔ اور جنہیں علم دیا گیا۔ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

احادیث نبوی ﷺ:-

ایک دفعہ رسول پاک ﷺ میں تشریف لائے۔ وہاں مجس کا عنوان ذکر تھا۔ ایک مجس کا عنوان ذکر تھا۔ اور دوسرے کا علم۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تعریف کی۔ اور پھر علم کی مجس میں شریک ہو گئے۔ اور فرمایا کہ یہ پہلی مجس سے بہتر ہے۔ ایک مرتبہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم جنت کی چلواریوں میں سے گزرو۔ تو اس سے بھر پور فائدہ اٹھایا کرو۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ جنت کی چلواریاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا علم کی مجس میں۔

مندرجہ ذیل روایات سے علم کی اہمیت ہوں واضح ہوتی ہے۔

علم حاصل کرو۔ اللہ کے لیے علم حاصل کرنا بھی نیکی ہے۔

علم کی طلب عبادت ہے۔ اس میں مصروف رہنا، پھیلانا اور بحث کرنا جادہ ہے۔

علم سکھاؤ تو صدقہ ہے۔ علم تہائی کا ساتھی، فراخی و تنگ دلی میں راہنماء، غم خوار دوست اور بہترین ہم شین ہے۔

علم جنت کا راستہ بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم ہی کے ذریعے قوموں کو سر بلندی عطا فرماتا ہے۔

لوگ جب علماء کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ تو دنیا کی ہر چیزان کے لیے دعا مغفرت کرتی ہے۔

علم دلوں کی زندگی ہے۔ اور انہوں کی بیانی۔

علم کے ذریعے انسان فرشتوں کے اعلیٰ درجات تک جا پہنچتا ہے۔

علم میں غور و حوصلہ کرنا روزے کے برابر ہے۔

علم ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت و عبادت کی جاسکتی ہے۔

علم سے انسان مغفرت الہی حاصل کرتا ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو علم کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور بد قسمت ہیں وہ لوگ جو اس کی سعادت سے محروم رہتے ہیں۔

طالب علم کے لیے سمندر کی مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں۔

علم کا ایک باب سیکھنا سورکھت نفلی نمازوں سے بہتر ہے۔

عالم کی فضیلت ایک منون عابد پر ستر (۷۰) درجے ہیں۔

علم و حکمت منون کی گمگشیت متابع ہے۔

علم معرفت الہی کا ذریعہ ہے۔

تحصیل علم کے دوران موت شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔

میرے بعد سب سے بڑا شخص وہ ہے جس نے علم سیکھا اور اسے آگے پھیلایا۔

اسلام اپنے امنے والوں کو دروس دیتا ہے کہ علم کی خلاش میں نکلو۔ اور حکمت کے موئی جہاں سے ملے۔ انہیں حاصل کرو۔

علم کی فضیلت اس امر سے بھی تابت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حکومت اور سلطنت سے اسی قوم کو سر بلندی فرمایا۔ جسے علم و عمل میں برتری حاصل تھی۔ اسی اصول کے بناء پر حضرت آدمؑ بھی ملاکہ پر

فضیلت لے گئے۔ علم ہی بناء پر مسلمان قائم دنیا پر چھا گئے تھے۔ مگر جب انہوں نے قرآن کی تعلیمات کو چھوڑا۔ اور علم کی روشنی سے دور ہوئے۔ تو زوال کا شکار ہو گئے۔

رسول اللہ صَلَّیْ وَسَلَّمَ جو دعا مانگا کرتے تھے اس میں سے ایک دعا یہ بھی ہے۔

اللهم انی استلک علمًا.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم کی درخواست کرتا ہوں۔

اس طرح یہی مسنون دعا ہے۔ کام اللہ جو علم تو نہیں دیا ہے۔ اسے ہمارے لیے مفید فرم۔ اور ہمیں ایسا علم عطا فرم۔ جو ہمیں نفع پہنچائے۔

سبق: ۳

### (طہارت اور جسمانی صفائی)

سوال: قرآن و حدیث کی روشنی میں طہارت پر ایک نوٹ لکھتے۔ اور اسکے بارے میں ایک آیت اور ایک حدیث لکھتے۔

جواب: اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین میں تمام انسانوں خاص طور پر مسلمانوں کی تمام چھوٹی اور بڑی باتوں سے قرآن و حدیث کے ذریعے آگاہ کر دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کو نبی بن کر اپنے دین کو عملی طور پر سمجھا دیا ہے۔ تا کہ ہر چیز واضح ہو جائے۔ سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَاكُمْ فَطْهِرُوا وَالرِّجُلُ فَاهْجُرُوا

ترجمہ: "اپنے کپڑوں کو پاک کر۔ اور ناپاکی سے دور رہ۔" صفائی کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ "الظہور شطر الایمان۔" ترجمہ: طہارت و پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔

طہارت کے لغوی معنی پاک ہونے کی ہے۔ آج کل کے دور میں صفائی کا خیال تو رکھا جاتا ہے۔ اور شریعت کے اصول کا اپنائے بغیر عام نسل کرنے کو طہارت کے مفہوم میں لے آتے ہیں۔

حالانکہ طہارت کا شرعی منہوم بالکل مختلف ہے۔ اور شریعت کے تابعے ہوئے اصولوں اور اس کے شرائط کے مطابق صفائی نہیں ہوگی۔ اور طہارت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔

طہارت میں دو چیزیں شامل ہیں۔

- (۱) وضو
- (۲) غسل

نماز سے پہلے وضو کرنا واجب ہے۔ بشرط یہ کہ جسم و بس پاک ہو۔ اگر جسم و بس پاک نہیں ہو تو وجوہ سے پہلے غسل کرنا اور بس کو پاک کرنا لازمی ہے۔ جہاں نماز پڑھ رہے ہیں۔ سجدہ کر رہے ہیں۔ بیٹھتے ہیں وہ جگہ بھی صاف ہونی چاہیے۔

سوال: وضو میں کتنے فرائض ہیں؟ وضو کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: وضو کے فرائض، وضو میں چار فرائض ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) پڑھنے کو دھونا۔

(۲) کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھونا۔

(۳) سر کا مسح کرنا۔

(۴) ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا۔

وضو کرنے کا طریقہ:-

وضو کرنے کا مسنون طریقہ حسب ذیل ہے۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ پڑھ کر اچھی طرح ہاتھوں کو دھونا۔

(۲) تین بار کلی کرنا۔ دانتوں کو سواک یا انگلی سے ملتا۔

(۳) تین بار ناک میں اچھی طرح پانی ڈالنا۔

(۴) چہرے کو بیٹھانی کے بالوں سے چھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرا کان کی لو تک اچھی طرح دھونا۔

(۵) کہنیوں سمیت ہارزوں کو دھونا۔

(۶) سر کا مسح کرنا۔

(۷) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کو دھونا۔

(۸) وضو کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ پہلے جسم کا دایاں حصہ اور پھر بایاں حصہ چھویا جائے۔

(۹) جسم کے ہر اعضا کو تین بار دھونا جائے۔

(۱۰) یہ خیال رکھنا کہ کوئی حصہ سوکھانہ رہ جائے۔ منه پر پانی زور سے نہ مارا جائے۔

(۱۱) ہاتھوں پاؤں کی انگلیوں کے اندر خلاں کرنا۔

سوال: غسل سے کیا مراد ہے؟ غسل کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: غسل کے معنی اردو زبان میں نہانے کے ہے۔ اگر جسم پاک نہ ہو تو وضو سے پہلے غسل کرنا واجب ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو صاف تحریر بننے کے لیے نہانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ نبی

کریم ﷺ نے جتنے کے دن غسل کرنے کو ہر مسلمان کے لیے مسنون قرار دیا ہے۔ اسی طرح عید الفطر و عید الاضحیٰ اور عمرہ حجّ کے لیے احرام باندھنے سے پہلے نہانے کو کبھی اپنی سنت میں شامل کیا ہے۔ تمام

موقوں میں نہانہ بہتر و مسنون ہے۔ کچھ ایسی حالتیں ہوتی ہیں۔ یعنی جنابت وغیرہ اس میں غسل واجب ہوتا ہے۔

غسل کرنے کا طریقہ:-

نہانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ جسم کا جو حصہ گندا ہے۔ اسے دھولیا جائے۔ اور اسکے بعد اگر ہو سکے۔ تو وضو کر لیا جائے۔ ورنہ تین بار اس طرح کلی کرنا چاہیے کہ پانی حلقت پہنچ جائے۔ اور

پھر ناک میں تین بار پانی ڈالے جہاں تک ممکن ہو آگے تک لے جائے۔ آخر میں پورے جسم پر تین بار پانی بہایا جائے۔ اور پورے جسم کو کل کر صاف کیا جائے۔

مرد عورت کے لیے ضروری ہے۔ کہ اس طرح نہائے کہ جسم کا کوئی حصہ یا کوئی ہال خشک نہ ہے۔ پانی اعتدال کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ غسل خانے میں نہایا جائے۔ اگر غسل خانہ میسر نہ ہو تو

مرد کے لیے کپڑا بین کر نہائے کی اجازت ہے۔ البتہ عورت کے لیے ضروری ہے۔ کہ پردے میں نہائے۔ غسل کرتے وقت گلگانے اور باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ قد آدم آئینہ اگرڑا ہانپ لیا جائے۔ تو

بہتر ہے۔ کہ پورا جنم نظر نہ آ سکے۔

سوال: ۲: طہارت کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: طہارت کے فائدے:-

شریعت میں جو طریقہ مقرر کئے ہیں۔ ان کا مقصد انسان کو نقصان یا تکلیف پہنچانا ہے۔ بلکہ یہ وہ کی فائدے کی باتیں ہیں۔ ہر نماز سے پہلے خشکرنے سے ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے۔ انسان صاف سترہ رہتا ہے۔ اس کی تھکاوٹ دور ہو جاتی۔ نہانے سے پورا جسم صاف سترہ ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح صفائی کے باعث بیماریوں سے کافی حد تک محفوظ رہتا ہے۔ وضو اور نہانے سے ظاہری صفائی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور روحانی بھی۔ عبادت و کام میں لطف آتا ہے۔ اور اس طرح عادت بھی قول ہوتی ہے۔ اور کام کرنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ جسمانی طہارت کے فوائد:-

- ۱) شریعت میں عبادت کے لیے طہارت کو شرعاً مقرر کیا ہے۔ ضروری ہے کہ انسان نجاست سے آلوہہ ہو۔
- ۲) آدمی پاک صاف ہو جائے۔ تو اسے ذہنی سکون کا احساس ہوتا ہے۔
- ۳) طہارت سے بیماریوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔
- ۴) قرآن مجید میں ہے اللہ صاف سترہ لوگوں کا پند کرتا ہے۔
- ۵) صاف سترے آدمی کے ساتھ لوگ بات کرنا یا پاس بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ جبکہ گندے و بدبو دار شخص سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔
- ۶) حضور کریم ﷺ نے فرمایا کہ صفائی نصف ایمان ہے۔
- ۷) طہارت حاصل کرنے سا کام میں لطف آتا ہے۔
- ۸) نہانے سے انسان میں سستی، کاملی اور تھکاوٹ ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ تازہ دم ہو جاتا ہے۔
- ۹) نہانے سے کام کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

روحانی طہارت کے فوائد:-

- ۱) دل پاکیزہ ہو۔ ذہن صاف ہو تو ایسے شخص کو معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔
- ۲) عبادت کے لیے دل و دماغ پاک ہونے چاہیے۔ تب ہی عبادت کی قبولیت کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔
- ۳) پاکیزہ دل و دماغ حلال اور پاکیزہ رزق پروان چڑھتے ہیں۔
- ۴) پاکیزہ بندہ اللہ کے قریب ہٹک جاتا ہے۔ اور اس کے عبادات سنور جاتے ہیں۔
- ۵) پاکیزہ لوگوں کو لوگ پسند کرتے ہیں۔

(والله عالم)